الرسالہ

سرپرست
مولانا وحید الدین خاں

بے وقوف کسان نے مینڈ کے جھگڑے کو مینڈ پر طے کرنے کی کوشش کی۔ جس کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ بے شمار نئے نئے جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ اور پہلا جھگڑا بھی طے نہ ہوا۔

عقلمند کسان کو اپنے پڑوسی سے مینڈ کا جھگڑا پیش آیا تو اس نے مینڈ کو چھوڑ دیا۔ وہ اس کوشش میں لگ گیا کہ اپنے بقیہ کھیتوں اور باغوں کو ترقی دے۔ اس طریق کار کا شاندار نتیجہ برآمد ہوا۔ بالآخر اس نے نہ صرف اپنی کھوئی ہوئی مینڈ حاصل کر لی بلکہ اس قابل ہو گیا کہ پہلے سے بھی زیادہ بڑی جائداد اپنے لئے خرید لے۔

شمارہ ۲۴ زر تعاون سالانہ ۲۴ روپے قیمت فی پرچہ
خصوصی تعاون سالانہ ایک سو روپے
نومبر ۱۹۷۸ بیرونی ممالک سے ۱۵ ڈالر امریکی دو روپے

الرسالہ

شمارہ ۲۴ نومبر ۱۹۷۸

جمعیۃ بلڈنگ • قاسم جان اسٹریٹ • دہلی ٦

عن بقیۃ قال سمعت الاوزاعی یقول: العلم ما جاء عن اصحاب محمد ومالم یجیٔ عن واحد منھم فلیس بعلم

(دوم ۲۹)

بقیہ کہتے ہیں۔ میں نے اوزاعی کو یہ کہتے ہوئے سنا: علم وہی ہے جو اصحاب رسول سے پہنچا ہو۔ جو ان میں سے کسی کے ذریعہ نہ ملے وہ علم ہی نہیں۔

یہاں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے۔ براہ کرم اپنا زر تعاون بذریعہ منی آرڈر بھیج کر شکریہ کا موقع دیں ——— منیجر الرسالہ

اداریہ ۲

اس میں نصیحت ہے ۲

ایسی بحثیں نہ چھیڑیے ۳

پانچ نمازوں کا حکم قرآن میں ۴

نماز تمام برکتوں کا مجموعہ ۵

ایک مسلم بستی انگلستان میں ٦

اسلام پھیل رہا ہے ۷

جب آدمی حیوانیت کی سطح پر آجائے ۸

ستاروں کی دنیا ۹

موریطانیہ میں انقلاب ۱۰

آیت عبادت اور آیت خلافت ۱۱

آدمی جواب تلاش کر لیتا ہے ۱۲

خدائی عدالت کے بارے میں سنجیدہ نہیں ۱۳

یہ زندہ انسان ۱۴

ہار ماننے والا کامیاب ہو گیا ۱۵

موت کا وقت مقرر ہے ۱٦

مراسلات ۱۷

عالی ظرفی کی ایک مثال ۱۹

مذہب اور جدید چیلنج پر ایک تبصرہ ۲۱

انسانوں کی ایک قسم یہ بھی ہے ۲۲

انسانی عمل کے دو پہلو ۲۲

الرسالہ کے پیغام کو پھیلائیے ۲۳

انفاق فی سبیل اللہ کا مصرف ۲۵

زکوٰۃ کی آٹھ مدیں ۲۵

وہ مسئلہ جو لوگوں کو معلوم نہیں ۲٦

روداد سفر ۲۸

اسلامی زندگی سیرت کی روشنی میں ۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پڑھے لکھے لوگوں کی ایک نشست میں راقم الحروف کو کچھ باتیں کہنے کا موقع ملا۔ میں نے کہا: ہمارا اصل مسئلہ زندگی کا مسئلہ نہیں، ہمارا اصل مسئلہ موت کا مسئلہ ہے۔ زندگی میں ہم بہت سی چیزوں کے مالک نظر آتے ہیں — عہدہ، مکان، جائداد، حیثیت، اعوان و انصار۔ مگر موت ان تمام چیزوں کو باطل کر دے گی۔ اچانک ہم اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں پائیں گے جہاں ہمارے پاس اپنا کچھ بھی نہ ہوگا اور سارا فیصلہ مکمل طور پر اللہ کے اختیار میں ہوگا۔ اس لئے بہترین عقلمندی یہ ہے کہ اس آنے والے دن کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کا نظام بنایا جائے۔ کیونکہ بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب بہت سی وہ باتیں بالکل بے قیمت ہو جائیں گی جن کو آج ہم قیمتی سمجھ کر ان کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔"

میری باتیں ابھی ختم بھی نہیں ہوئی تھیں کہ ایک مسلم لیڈر بولے: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ذہن کنفیوزن کا شکار ہے۔ آپ کوئی بات نہیں پا رہے ہیں جو لوگوں سے کہیں۔" مذکورہ لیڈر کے دل میں جو بات تھی وہ انھوں نے صفائی سے کہدی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آج اکثر قائدین کا یہی حال ہے۔ آخرت کی بات کو وہ کوئی دعوتی اشو نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی نظر نہیں آتا جو دنیا کو آخرت کی خبر دینے کے لئے بیتاب ہو۔ ہر ایک کے پاس دنیوی فلاح اور سیاسی انقلاب کے نعرے ہیں۔ آخرت کی چیتاونی کو کوئی شخص کام ہی نہیں سمجھتا۔ یہ قائدین اگر خاموش ہو کر بیٹھ جائیں تو وہ زیادہ بہتر طور پر بندگان خدا کی خدمت کریں گے۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو انسان کو غیر حقیقی مسائل میں الجھا کر اصل حقیقت سے دور کر رہے ہیں۔

اس میں نصیحت ہے

انگلستان میں یہ قانون ہے کہ جانور کو ذبح نہ کیا جائے بلکہ کرنٹ کے ذریعہ ہلاک کیا جائے۔ اور اگر ذبح کیا جائے تو پہلے جانور کو بیہوش کر لیا جائے۔ مگر دونوں صورتوں میں ذبح کے اسلامی حکم پر عمل نہیں ہوتا۔ تاہم پچھلے دس سال سے برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کو ذبیحہ کی اجازت مل گئی ہے۔ برمنگھم میں ۱۹۷۰ سے ایک حلال میٹ کمپنی قائم ہے۔ اس کا کام اب اتنا بڑھ چکا ہے کہ اس وقت روزانہ تین ہزار سے چار ہزار تک جانور اور ۱۸ ہزار مرغیاں ذبح کی جاتی ہیں۔ اس کا اسٹاف ۷۵ لوگوں پر مشتمل ہے۔

برطانیہ میں مسلمانوں کو یہ سہولت کیونکر حاصل ہوئی، برطانیہ کے ایک مسلمان اقبال مسعود ندوی لکھتے ہیں:

"یہاں ایک اور فرقہ ہے جو اپنے طریقہ کے مطابق جانور ذبح کرتا ہے۔ یہ یہود کا فرقہ ہے۔ حکومت ان سے تعرض نہیں کرتی۔ ایک وجہ ان کی اقتصادی سیاسی اہمیت ہے۔ ان کا معیار بھی خاصا اونچا ہے۔ بلکہ دراصل اس فرقہ کے ساتھ رعایت ہی کی وجہ سے یہاں پر ذبیحہ کی اجازت مل سکی ہے۔"

الحسنات رام پور فروری ۱۹۷۸ صفحہ ۲۷

یہ واقعہ اس بات کی مثال ہے کہ اغیار کے پیدا کردہ حالات کس طرح کبھی اسلام کے لئے مفید بن جاتے ہیں۔ اسی طرح کبھی اس کے برعکس صورت حال بھی پیش آتی ہے۔ یعنی مسلمان اپنی نادانی سے ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ اسلام کے لئے موافق حالات برباد ہو جائیں۔ ایک ایسی جدوجہد جو اسلام کے نام پر کی گئی ہو، بالآخر وہ غیر اسلامی نتیجہ پر ختم ہو۔

ایسی بحثیں نہ چھیڑو جو لوگوں کو اللہ سے غافل کر دے

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین۔ واذا تتلیٰ علیہ آیتنا ولی مستکبراً کان لم یسمعھا کان فی اذنیہ وقرا فبشرہ بعذاب الیم (لقمان ۶-۷)

اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے کہ مول لیتا ہے غافل کرنے والی بات کو تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بھٹکا دے اور اس کی ہنسی اڑائے۔ ایسے لوگوں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ گھمنڈ کے ساتھ اس طرح منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس کو سنا ہی نہیں۔ جیسے اس کے کان بہرے ہیں۔ اس کو خبر دے دو دکھ والے عذاب کی۔

اس آیت میں لھو الحدیث سے کیا مراد ہے۔ اس سلسلے میں بعض واقعات تفسیر کی کتابوں میں آئے ہیں عبداللہ بن مسعود رض نے اس کی تفسیر غنا رسے کی ہے اور ضحاک نے شرک سے (ابن کثیر) مگر مفسرین کے اصول کے مطابق، اس کا شان نزول گو خاص ہو تاہم عموم الفاظ کی وجہ سے اس کا حکم عام رہے گا۔ جو لھو یا شغل بھی سبیل اللہ سے ہٹانے کا سبب بنے وہ سب درجہ بدرجہ اس میں شامل ہوگا۔ ابن جریر نے کہا ہے کہ ہر وہ کلام لھو الحدیث ہے جو اللہ کی آیتوں سے روکے اور اس کے راستہ کے اتباع سے ہٹائے (کل کلام یصد عن آیات اللہ واتباع سبیلہ) حسن بصری نے کہا کہ ہر وہ چیز لھو الحدیث ہے جو اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے ہٹانے والی ہو مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں، بے کار مشغلے، گانا بجانا وغیرہ (کل ما شغلک عن عبادۃ اللہ وذکرہ من السمر والاضاحیک والخرافات والغناء ونحوھا، روح المعانی)

موجودہ زمانہ میں کون سی چیزیں ہیں جو لھو الحدیث کا مصداق ہیں ــــ وہ تمام تفریحی تماشے اور وہ سستا لٹریچر اس میں شامل ہے جو اپنی سنسنی خیزی اور رومانیت کی وجہ سے لوگوں کے لئے ذہنی شراب بنا ہوا ہے۔ اس میں وہ مقدس حلقے بھی شامل ہیں جنھوں نے بناوٹی قصے کہانیوں کی ایک مذہبی طلسم ہوش ربا تیار کر رکھی ہے اور اس کو سنا سنا کر لوگوں کو مدہوش رکھتے ہیں۔ وہ شعر و شاعری اور خطابت بھی اس میں شامل ہے جو لفظ بازی کے کرتب دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس میں وہ سیاسی تحریکیں بھی شامل ہیں جو سیاست کی چاشنی تقسیم کرکے لوگوں کو اپنی طرف مائل کئے ہوئے ہیں۔ پھر اس میں وہ تمام مذہبی مناظرے بھی شامل ہیں جو لوگوں کے ذہنوں کو غیر متعلق بحثوں میں الجھا کر سواد اعظم سے دور کر دیتے ہیں۔ غرض وہ تمام آوازیں جو عوامی دلچسپی کا سامان پیدا کرکے لوگوں کو حق کی سنجیدہ دعوت سے ہٹائیں اور اللہ کے سیدھے سادے دین سے بے رغبت کریں۔ وہ سب درجہ بدرجہ اس میں شامل رہیں گی۔ خواہ اپنے اس مشغلہ کو انھوں نے ارادۃً حق سے روکنے کے لئے جاری کیا ہو یا ان کی سرگرمیوں کی وجہ سے بطور واقعہ یہ نتیجہ برآمد ہو رہا ہو۔

نماز ابدی فلاح کا ربانی نسخہ ہے۔ مگر نماز پڑھنے والے اس کو رسمی پرستش سمجھتے ہیں اور نماز نہ پڑھنے والے اس کو رسمی بوجھ خیال کرتے ہیں ـــ

نماز کی ادائگی میں کوتاہ ہونا بے عملی ہے اور نماز کے حکم کو بدلنا سرکشی

فرض نمازوں کا پانچ ہونا روایات سے بتواتر ثابت ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائیؒ اور دوسری کتب حدیث میں کثرت سے ایسی روایات ہیں جن میں الصلوات الخمس کے الفاظ آئے ہیں۔ اس سے صراحتہً یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرض نمازیں پانچ ہیں جو مخصوص اوقات میں مقرر کی گئی ہیں۔ تاہم قرآن میں نماز کی بے حد تاکید کے باوجود "پانچ" کا لفظ نہیں آیا ہے۔ اس سے کچھ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا ہے کہ فرض نمازوں کی تعداد پانچ نہیں ہے بلکہ تین یا اس سے کم ہے۔ وہ اولاً حدیث کی حجیت کا انکار کر دیتے ہیں اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ قرآن کے مطابق پانچ وقت نماز ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر یہ محض دھوکا ہے۔ اگر کوئی شخص سنجیدہ ہو اور فی الواقع مسئلہ کو سمجھنا چاہتا ہو تو قرآن سے بھی بلا اشتباہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ فرض نمازیں پانچ ہیں اور مقررہ وقت پر ان کی ادائگی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

اس سلسلے میں قرآن کی حسب ذیل آیت پر غور کیجئے۔

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ (بقرہ ۲۳۸) پابندی کرو نمازوں کی اور پابندی کرو بیچ کی نماز کی

جملہ کی ترکیب بتا رہی ہے کہ اس آیت میں صلوٰۃ وسطیٰ کا لفظ جس نماز کے لئے آیا ہے وہ صلوات سے علیحدہ نماز ہے یعنی یہ کہا گیا ہے کہ "نمازوں" کی پابندی کرو اور اسی کے ساتھ اُس نماز کی جس کا وقت "نمازوں" کے بیچ میں آتا ہے۔ صلوات جمع کا لفظ ہے جو عربی قواعد کے مطابق کم از کم تین نمازوں کے لئے ہے۔ مگر استعمال بتاتا ہے کہ یہاں اس سے تین سے زیادہ نمازیں مراد لینا ضروری ہے۔ کیوں کہ تین کے عدد میں کوئی چوتھی چیز رکھی جائے تو وہ اس کا "بیچ" نہیں بن سکتی۔ کم سے کم عدد جو یہاں صلوات سے مراد ہو سکتا ہے وہ چار ہے۔ چار کا عدد لینے کی صورت ہی میں یہ ممکن ہے کہ ایک اور نماز اُس میں اس طرح شامل کی جائے کہ وہ اُس کا بیچ بن جائے۔ گویا صلوٰۃ وسطیٰ وہ بیچ کی نماز ہے جس کے دونوں طرف دو دو نمازیں ہیں۔ باعتبار مفہوم آیت کا ترجمہ یہ ہوگا ـــــــ

"بیچ کی نماز کی پابندی کرو۔ اور بیچ کی نماز سے پہلے دو نمازوں کی اور بیچ کی نماز کے بعد دو نمازوں کی۔" اس سے صاف طور پر یہ نظام معلوم ہوتا ہے کہ رات میں دو نمازیں مقرر کی گئی ہیں اور پھر دن میں دو نمازیں۔ اور ان کے

بیچ میں ایک نماز ہے۔ رات کی دو نمازوں سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں۔ دن کی دو نمازوں سے مراد فجر اور ظہر اور بیچ کی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ اس طرح کل پانچ نمازیں ہوجاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو نقشۂ ذیل:

پابندی کرو نمازوں کی اور پابندی کرو اس نماز کی جو نمازوں کے بیچ میں ہے (قرآن)

پھر یہ بات بھی قرآن میں بالکل واضح ہے کہ نماز اہل ایمان پر معین اوقات کے ساتھ فرض کی گئی ہے (ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتا، نساء ۱۰۳) اس سلسلے میں جو پانچ اوقات حدیث سے معلوم ہوتے ہیں، ٹھیک وہی اوقات خود قرآن سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں:

۱۔ سورج نکلنے سے پہلے	(قبل طلوع الشمس ، طٰہٰ ۱۳۰)	فجر
۲۔ دوپہر ڈھلنے کے وقت	(لدلوک الشمس ، بنی اسرائیل ۷۸)	ظہر
۳۔ غروب آفتاب سے پہلے	(وقبل غروبہا ، طٰہٰ ۱۳۰)	عصر
۴۔ جب شام ہوتی ہے	(حین تمسون ، روم ۱۷)	مغرب
۵۔ جب رات تاریک ہوجائے	(الی غسق اللیل ، بنی اسرائیل ۷۸)	عشاء

اس طرح قرآن سے پانچ نمازیں مع تعیین اوقات ثابت ہوجاتی ہیں۔

اوپر جو باتیں عرض کی گئیں، وہ ایسے شخص کے لئے بالکل کافی ہیں جو حقیقۃً بات کو سمجھنا چاہتا ہو اور اس بات کی تمنا رکھتا ہو کہ جب وہ اللہ کے یہاں پہنچے تو اللہ اس سے راضی ہو جائے۔ مگر جو لوگ بحث وجدال کی سطح پر ہیں ان کو کسی بھی دلیل سے چپ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اسی وقت چپ ہوں گے جب کہ اللہ اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ ظاہر ہوجائے اور ان سے بولنے کی مہلت چھین لے۔

نماز کا اصل مقصد اللہ کی یاد ہے۔ مگر اس کا نظام اتنی حکمت کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ زندگی کے تمام تقاضے نہایت جامعیت کے ساتھ اس میں شامل ہوگئے ہیں ۔ نماز اتحاد اور اجتماعیت کا سبق ہے۔ وہ بندے کو اپنے رب سے جوڑتی ہے۔ وہ ہمارے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کرتی ہے۔ وہ ہمارے اوقات کو منظم کرتی ہے۔ وہ ہلکی جسمانی ورزش کا فائدہ دیتی ہے۔ وہ بار بار ہماری صفائی کرتی رہتی ہے، وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز ہر قسم کی روحانی اور جسمانی برکتوں کا مجموعہ ہے۔ مسلمان اگر حقیقی شعور کے ساتھ نماز پر قائم ہوجائیں تو ان کی دنیا بدل جائے اور وہی ان کے تمام مسائل کے حل کے لئے کافی ہوجائے۔

A Muslim Village in England

ایک مسلم بستی انگلستان میں

The Society of Islam in England is a group of Muslims totalling about one hundred men, women and children, who at present live on the outskirts of London. The majority of the group are English or American, but there are also five Malays, four Belgians, four Spaniards and French, Morocan and Mexican Muslims living together in Bristol Gardens, Maida Vale.

The Community was started ten years ago by two Englishmen who embraced Islam in Morocco and returned to London, and it has grown from that small beginning. Five and a half years ago a house in Bristol Gardens was obtained and was converted into a Mosque and the centre of Muslim activities. All the members of the Society live as Muslims, following the *Sunnah* of the Holy Prophet Muhammad (*Sallallahu alaihi wa sallam*) as closely as they can. The Quran and Arabic are taught daily and the *Hadith* and other aspects of Islam are studied regularly. The Five Daily Prayers are said in the Mosque.

Members of the Society have the full support of the Islamic Cultural Centre in Central London, and the Society is a member of the Union of Muslim Organisations in England and Islamic Council of Europe. Sixteen members of the Society have University Degrees, and many of these are qualified to teach. It is they who teach the childern. There is also a Publisher from the 'Diwan Press' which publishes the Journal of the Society, called 'Islam', which will be published quarterly in English in London.

Members of the Society now intend to found a Muslim Villa[illegible] In the centre of England. This village will, it is hoped, serve as a focus for the Muslims in England, and as a centre of Islamic Studies and *Da'wa* in England. From this village it is hoped that the already extensive programme of *Da'wa* will be extended to reach many more English people. The village will also serve as a centre of Islamic education in England, and there will be summer camps, weekend visits, and short courses. **Muhammed Nazeem, a New Zealander, who has studied for four years at the Madrasah of Shaikh Bin noori** in Karachi (Pakistan) is coming to teach Arabic. **Three men and two women from the Society are now studying at Al Azhar University in Cairo. They will return to teach at the Muslim Village.**

It is intended to make the village life a dynamic learning arena, in which the teaching of The Book (Quran Majeed) is practiced and lived. The Mosque will be the centre of the village life and from there teachers will go out across England to spread the teachings of Islam.

The Society needs thirty thousand pounds with which to buy land for this village. Assistance for the whole project has been promised by His Majesty King Khalid of Saudi Arabia, and enthusiastic support has been received from the Muslim community of Great Britain. £ 10,000 has been given by the Ruler of Sharjah, United Arab Emirate, and the Minister of Religious Affairs in Pakistan has also promised assistance.

Individual contributions are welcome and should be sent to 'The Muslim Village Project' at 33, Bristol Gardens, Maida Vale, London W 9.

اسلام پھیل رہا ہے

Conversion wave sweeps Arab countries

BEIRUT, September 15 (UNI): A wave of conversions to Islam is sweeping through the thousands of South Korean engineers, technicians and workers on projects in Arab countries, it is reported, says DPA.

According to Kuwaiti officials, 130 Koreans have embraced Islam in the Persian Gulf emirate.

Conversions to Islam are said to facilitate stay and work permits in the normally orthodox Muslim countries. The influx of many thousands of Koreans has already caused protests and political controversies.

The Times of India, September 16, 1978

دس سال پہلے کی بات ہے۔ دو انگریزوں نے مراکش میں اسلام قبول کیا۔ وہ اپنے وطن واپس آئے۔ لندن کے کنارے برسٹل گارڈن میں انھوں نے زمین حاصل کی۔ یہاں مسجد اور مکان بنایا۔ یہ آبادی بڑھتی رہی۔ انگلستان اور دوسرے مغربی ملکوں کے نومسلم یہاں آباد ہونے لگے۔ اب اس بستی نے ایک "مسلم گاؤں" کی شکل اختیار کر لی ہے۔ یہاں تقریباً ایک سو مرد اور عورتیں رہتی ہیں۔ یہ مسجد اس بستی کی اسلامی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ یہاں روزانہ قرآن وحدیث اور عربی زبان کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس بستی کے باشندے بیشتر اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ یہاں "اسلام" کے نام سے انگریزی زبان کا ایک سہ ماہی پرچہ بھی نکلتا ہے۔

یہ لوگ اب وسط انگلستان میں منصوبہ بند طرز پر ایک "مسلم بستی" تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مسلم بستی مغربی دنیا میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کا مرکز ہوگی۔ سعودی عرب کے شاہ خالد نے اس مسلم بستی کے تمام اخراجات ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس بستی کی صرف زمین ۳۰ ہزار پونڈ میں خریدی جائے گی۔

خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل ساری دنیا میں اسلام دوبارہ ابھر رہا ہے۔ جنوبی کوریا کے ہزاروں باشندے عرب ملکوں میں کام کر رہے ہیں۔ ان میں انجنیئر ٹیکنیشین اور عام کارکن شامل ہیں۔ ان کوریائی باشندوں میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ کویت کے ایک افسر نے بتایا کہ صرف کویت میں ۱۳۰ کوریائی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ہزاروں کوریائی کے عرب ملکوں میں داخل ہونے سے کچھ اعتراضات اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ قبول اسلام کی اس لہر کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس طرح ان غیر ملکیوں کو عرب دنیا میں کام کرنے اور ٹھہرنے کی آسانیاں مل جائیں گی۔

اس طرح کی خبریں آج کل روزانہ آتی رہتی ہیں۔ عرب پٹرول کی دولت نے اسلام کو دوبارہ ایک نئی زندگی عطا کر دی ہے۔ شاید اسلام پھر ایک بار دنیا کی غالب قوت بننے والا ہے۔

سیرالیون (مغربی افریقہ) کے گاؤں "یورکنڈ" کے تمام لوگ پچھلے ماہ (مارچ ۱۹۷۷) میں اپنے مشرکانہ مذہب کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ گاؤں کے باشندوں کی تعداد ۵۳۲ ہے۔ یہ لوگ لیبیا کی جمعیت الدعوۃ الاسلامیۃ کے بھیجے ہوئے مبلغ ابوبکر باہ احمد کی کوششوں سے مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔

(روزنامہ الفجر الجدید، طرابلس، ۱۶ مارچ ۱۹۷۷)

جب آدمی انسانیت کی سطح سے گر کر حیوانیت کی سطح پر آجائے

حضرت سلیمانؑ کے زمانہ حکومت (۹۷۳ - ۱۰۱۳ ق م) میں بحر قلزم کی مشرقی شاخ کے کنارے ایلات (Elath) کے مقام پر یہودیوں کی آبادی تھی۔ انھوں نے قانون سبت کی خلاف ورزی کی۔ ان کی شریعت میں سبت (سنیچر) کے دن معاشی سرگرمیاں ممنوع تھیں۔ مگر وہ اس دن مچھلی کا شکار کرنے لگے۔ سنیچر کے دن مچھلیاں کثرت سے دریا میں آتی تھیں اور بقیہ دنوں میں پانی کے نیچے چلی جاتی تھیں۔ یہود نے یہ شرعی تدبیر کی کہ دریا کے کنارے گڑھے بنائے۔ وہ دریا کا پانی کاٹ کر گڑھے میں ملا دیتے۔ سنیچر کے دن جب مچھلیاں گڑھے میں آجاتیں تو وہ نکلنے کا راستہ بند کر دیتے۔ اگلے دن اتوار کو ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے۔ یہ تدبیر وہ اس لئے کرتے تھے تاکہ ان پر یہ بات صادق نہ آئے کہ وہ سبت کے دن شکار کرتے ہیں۔ دین کے نام پر یہ بے دینی اللہ کو اتنی زیادہ ناپسند ہوئی کہ ان پر اللہ کی لعنت ہوئی۔ وہ بندر اور سور بنا دئے گئے (مائدہ ۶۰) —— عملاً یہی حالت اگرچہ پوری قوم یہود کی تھی۔ تاہم ایک خاص مقام کے یہودیوں کے باطن کو ظاہری طور پر بھی مجسم کر دیا گیا تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو (بقرہ ۶۶)

بے دینی کو دین کے نام پر کرنا بدترین جرم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دھیرے دھیرے آدمی کے اندر سے صحیح اور غلط کا فرق مٹ جاتا ہے۔ وہ ایک بے حس انسان بن جاتا ہے۔ دین اور بے دینی دونوں اس کو یکساں دکھائی دینے لگتے ہیں۔ وہ انسانیت کی سطح سے گر کر حیوانیت کی سطح پر آجاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ نوبت آتی ہے جب کہ اس میں بندر اور سور کی اخلاقیات پیدا ہو جاتی ہیں۔

بندر کی خصوصیت کیا ہے۔ فساد اور بے حیائی۔ کسی مکان میں بندروں کا غول داخل ہو جائے تو وہ فوراً بے معنی اچھل کود اور توڑ پھوڑ شروع کر دے گا۔ ایسا ہی کچھ حال اس قوم کا ہو جاتا ہے۔ وہ زبان سے خدا کا انکار نہیں کرتی۔ تاہم عملاً وہ خدا کی زمین پر اس طرح رہنے لگتی ہے جیسے اس زمین کا کوئی مالک نہیں ہے۔ جیسے نہ کبھی خدا سے اس کا سامنا ہونا ہے اور نہ اپنے کئے کا حساب دینا ہے —— بدنظمی، غیر ذمہ دارانہ زندگی، بے معنی کارروائیاں، آپس کی چھین جھپٹ، ایک دوسرے پر غرانا، ہمدردی اور انصاف کے بجائے ظلم و فساد کو اپنا شیوہ بنا لینا، یہ اس کی عام زندگی ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ بظاہر انسان مگر عملاً بندر صفت ہو جاتے ہیں۔

سور کی خصوصیت کیا ہے۔ ستھری چیز کو چھوڑ کر، گندی چیز کو اپنی خوراک بنانا، اس کی ایک صورت وہ ہے جو کمائی اور لین دین میں ظاہر ہوتی ہے۔ آدمی حلال ذرائع پر قانع نہ رہ کر حرام سے اپنا پیٹ بھرنے لگتا ہے (مائدہ - ۶۲)۔ دوسری صورت وہ ہے جس کو قرآن میں ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے: اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا راستہ بنا لیں (اعراف ۱۴۶)

ایسے لوگوں کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ وہ مثبت چیزوں کے بجائے منفی چیزوں کی طرف دوڑنے لگتے ہیں، ان کو اصلاح کے کاموں کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ البتہ ایسے کاموں کی طرف وہ تیزی سے لپکتے ہیں جن کا نتیجہ نسلوں اور کھیتیوں

کی ہلاکت ہو۔ ان کے سامنے تعمیری کام کے مواقع کھلے ہوتے ہیں۔ مگر وہ ان کو چھوڑ کر تخریب کے راستوں میں تیزی دکھاتے ہیں۔ ابنائے نوع کے لئے نفع بخش بننے کا شوق ان میں نہیں ابھرتا۔ البتہ ان کو نقصان پہنچانے کے نعرہ پر وہ بآسانی جمع ہو جاتے ہیں۔ خاموش خدمت میں ان کے لئے اپیل نہیں ہوتی البتہ نمائشی ہنگاموں میں وہ خوب دل چسپی دکھاتے ہیں۔ حقیقی فائدہ کے منصوبوں میں ان کے لئے کوئی کشش نہیں ہوتی۔ البتہ بے فائدہ مشغلوں میں وہ اپنا وقت اور مال خوب خرچ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ان کو خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلائیے تو وہ لبیک نہ کہیں گے البتہ زندہ یا مردہ شخصیتوں کی پوجا کے نام پر جوق در جوق اکٹھا ہو جائیں گے۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

ستاروں کی دنیا

کائنات میں بہت سے کہکشانی مجموعے ہیں۔ رات کے وقت ہم جن ستاروں کو دیکھتے ہیں وہ ان میں سے ایک کہکشاں کے ستارے ہوتے ہیں۔ کھربوں ستاروں کا یہ مجموعہ ایک پلیٹ کی مانند ہے۔ ہمارا سورج اسی کا ایک نسبتاً چھوٹا ستارہ ہے۔ وہ بڑا صرف اس لئے دکھائی دیتا ہے کہ وہ دوسرے ستاروں میں سب سے زیادہ ہم سے قریب ہے۔ کہکشاں کا پھیلاؤ کتنا زیادہ ہے، اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کے مرکز اور ہمارے سورج کے درمیان ..... ۳۰ ٹریلین کیلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ یہ کہکشانی نظام کائناتی گرد وغبار سے بننے والے بادلوں کے ایک پردہ کے پیچھے ہے، اس لئے ہم براہ راست اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ کہکشاں کے بارے میں ہمارے تصورات تمام تر انفرارڈ شعاعوں، اکسریز اور ریڈیو ریڈی ایشن کے مطالعہ پر مبنی ہیں جو پردہ کو پار کر کے ہم تک پہنچتی ہیں۔ گویا کہکشاں کا مشاہدہ ہم بالواسطہ کر سکتے ہیں۔ اس کو براہ راست نہیں دیکھ سکتے۔

فلکیات دانوں کا ایک قیاس یہ ہے کہ کہکشاں کا مرکز غالباً بلیک ہول ہے۔ بلیک ہول ان ستاروں کو کہا جاتا ہے جو اگرچہ ہمارے سورج سے کہیں زیادہ روشن ہے مگر ان کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔ ان کا مادہ بے حد کثیف حالت میں ہے۔ ان کے مادہ کی ایک چمچہ بھر مقدار ہزاروں ٹن وزن کے برابر ہے۔ اس بنا پر ان اجسام کی قوت کشش اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ روشنی تک ان سے نکل نہیں سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ کہکشاں کا مرکز کسی بھی دوربین سے ہمارے مشاہدہ میں نہیں آتا۔ ہم کسی چیز کو اس سے آنے والی روشنی کی مدد سے دیکھتے ہیں اور کہکشاں کے مرکز سے روشنی آتی ہی نہیں۔

موریطانیہ میں انقلاب!
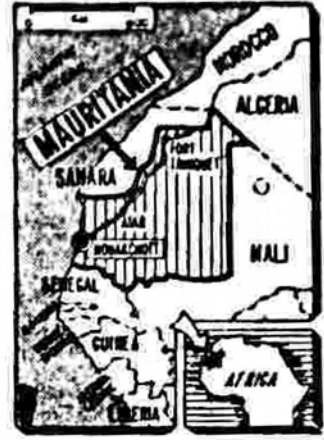
ہمارے تمام لیڈر سیاسی انقلابات لانے میں مشغول ہیں
قوم کے اندر فکری اور عملی انقلاب لانے سے کسی کو دل چسپی نہیں

موریطانیا، افریقہ کے شمال مغربی ساحل پر ایک صحرائی ملک ہے۔ اس کا رقبہ گیارہ لاکھ مربع کیلومیٹر ہے، فرانس اور اسپین کے مجموعی رقبہ کے برابر۔ مگر آبادی صرف پندرہ لاکھ ہے۔ زیادہ تر باشندے مسلمان ہیں۔

۱۹۶۰ میں یہ ملک فرانس کے قبضہ سے آزاد ہوا۔ اس وقت سے یہاں صدر مختار اولد دادا (۵۴) کی حکومت تھی۔ ۱۰ جولائی کو فوجی انقلاب ہوا اور کرنل مصطفےٰ اولد سالک (۴۳) نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ کرنل مصطفےٰ موریطانیہ کی فوج کے سربراہ اعلیٰ تھے۔

موریطانیہ کی اقتصادیات کا انحصار زیادہ تر لوہے کی کانوں پر ہے جو یہاں بڑی مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ ان کانوں کا سارا انتظام فرانسیسی کمپنی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ کمپنی خام لوہا نکال کر اس کو نہایت سستی قیمت پر حکومت موریطانیہ سے خریدتی ہے اور اس کو مہنگی قیمت پر باہر فروخت کرتی ہے۔ فرانس کے کارخانوں میں پہنچ کر جب یہ خام لوہا مشینوں اور سامانوں کی صورت اختیار کرتا ہے تو اس کی قیمت، ابتدائی قیمت کے مقابلہ میں کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

آزادی کے بعد ہی سے موریطانیہ میں صدر مختار کے خلاف سیاسی تحریک چل رہی تھی جو بالآخر فوجیوں کے ہاتھوں اٹھارہ برس بعد کامیاب ہوئی۔ مگر اس مدت میں سارے موریطانیہ میں کوئی ایسا رہنما نہ اٹھا جو موریطانیہ کے باشندوں کو تعلیم و تربیت کے ذریعہ اس قابل بنانے کی کوشش کرتا کہ وہ اپنی لوہے کی دولت کو فرانسیسیوں سے "چھین" سکیں۔ اپنی قومی حکومت سے سیاسی اقتدار چھیننے میں انھوں نے تیزی دکھائی۔ مگر فرانسیسیوں سے اقتصادی اقتدار چھیننے کا کوئی منصوبہ وہ نہ بنا سکے۔

یہی تقریباً تمام مسلم ملکوں کا حال ہے۔ ہر رہنما سیاسی کارروائیوں میں دل چسپی دکھا رہا ہے۔ مگر ملک و قوم کی تعمیر و استحکام کے منصوبوں سے ان کو دل چسپی نہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ سیاسی کارروائی کے لئے شور و شر کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ جب کہ قومی تعمیر کے لئے خاموش محنت کی ضرورت ہے۔ پہلی صورت میں فی الفور آدمی کی اپنی شخصیت چمکتی ہے جب کہ دوسری صورت میں آدمی کو اپنے آپ کو گم نامی میں دفن کرنا پڑتا ہے۔

ذاتی نقصان کا اندیشہ ہو تو آدمی فوراً حقیقت پسندانہ انداز میں سوچنے لگتا ہے۔ مگر ملی معاملات میں دلائل کا انبار بھی کسی کو حقیقت پسند بنانے کے لئے کافی نہیں۔

اسلامی نصب العین کا ماخذ : آیت عبادت یا آیت خلافت

سوال : آج کل مسلمانوں میں دو قسم کے مذہبی فکر چل رہے ہیں۔ ایک گروہ حکومت پر زور دیتا ہے، دوسرا گروہ عبادت پر۔ اس سلسلے میں آپ کا خیال کیا ہے۔

جواب : ہمارا خیال ہے کہ دونوں قسم کے گروہوں میں جو فرق ہے وہ دین اور بے دینی کا فرق نہیں ہے۔ بلکہ تصور دین یا تعبیر دین کا فرق ہے۔ وہ فرق ایک لفظ میں یہ ہے کہ ایک گروہ اپنے نصب العین کا تصور آیت خلافت سے اخذ کرتا ہے اور دوسرا گروہ آیتِ عبادت سے۔ ایک کے نزدیک إِنِّي جاعل في الارض خليفة (اللہ نے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں) وہ قرآنی آیت ہے جس سے اسلام کا نصب العین معلوم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے کے نزدیک جس آیت سے اسلامی نصب العین اخذ ہوتا ہے وہ یہ آیت ہے :

وما خلقت الجِنَّ وَالانس الا ليعبدون میں نے جن وانس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں

خلافتی فکر کے مطابق زمین خدا کی سلطنت کا ایک حصہ ہے اور اس حصہ پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب سلطنت مقرر کیا ہے تاکہ وہ اس کے اوپر خدا کے قوانین کا نفاذ کرے۔ دوسری طرف عبادتی فکر کے سوچنے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا کا عبد (بندہ) ہے۔ اس کے لئے اپنے رب کی رضامندی حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے، وہ اس کے آگے اپنے آپ کو بچھا دے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ خلافتی فکر رکھنے والے عبادت کو نہیں مانتے۔ یا عبادتی فکر رکھنے والوں کے یہاں "خلافت" کا کوئی مقام نہیں ہے۔ یہ فرق صرف اس معنی میں ہے کہ کوئی گروہ دینی تعلیمات کے مجموعہ کو کس رخ سے دیکھتا ہے۔ قرآن کو اگر کوئی شخص آیات قتال کے ذریعہ سمجھنا چاہے تو قرآن اس کو کتاب جنگ نظر آسکتا ہے۔ اس کے برعکس قرآن کو جو شخص آیات خشیت کی روشنی میں دیکھے، اس کو قرآن کتاب تقویٰ نظر آئے گا۔ ایسا ہی کچھ فرق مذکورہ دونوں گروہوں میں پایا جاتا ہے۔ خلافتی گروہ خلافت سے چل کر عبادت کو لیتا ہے۔ وہ عبادت کی معنویت کو اسی وقت سمجھ پاتا ہے جب کہ وہ اس کو حکومت وسیاست کے خانہ میں بٹھالے۔ اس کے برعکس دوسرا گروہ عبادت کی نگاہ سے خلافت کو سمجھنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک عبادت بجائے خود مقصود ہے اور بقیہ تمام چیزیں اسی وقت با معنی ہیں جبکہ وہ عبادت کے سرچشمہ سے نکلی ہوں۔

اس فرق کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ خود خلافت و عبادت کے تصور میں دونوں گروہوں کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔ خلافتی گروہ کے نزدیک حکومت اسلامی کا قیام دین کا مکمل ظہور ہے اور عبادت کی حیثیت یہ ہے کہ وہ حکومت اسلامی کے داعیوں یا کارکنوں کی تربیت واصلاح کا ذریعہ ہے۔ جب کہ عبادتی گروہ کا ذہن یہ ہے کہ اللہ کا حقیقی عبادت گزار بننا ہی مکمل مسلمان اور مکمل دین دار بننا ہے۔ جہاں تک خلافت یا حکومت کا تعلق ہے، اس کی حیثیت ایک دنیوی ذمہ داری کی ہے جو خاص حالات میں مسلمانوں سے مطلوب ہوتی ہے۔ نیز یہ ذمہ داری بھی، بہت سی دوسری شرعی ذمہ داریوں کی طرح، مشروط ذمہ داری ہے اور کبھی عائد ہوتی ہے اور کبھی عائد نہیں ہوتی۔

آدمی ہر بات کا ایک جواب تلاش کر لیتا ہے (کہف ۵۴)

ایک شخص بے معنی شور و غل کر رہا تھا
دوسرا شخص آہستہ سے بولا : میرے بھائی چپ رہو۔
پہلے شخص نے کہا : مجھ سے چپ ہونے کو کہتے ہو اور تم خود چیخ رہے ہو۔

سڑک پر ایک راہ گیر صحیح سمت میں چلا جا رہا تھا۔
پیچھے سے ایک نوجوان تیزی سے سائیکل دوڑاتا ہوا آیا اور راہ گیر سے ٹکرا گیا
راہ گیر نے سائیکل والے سے کہا "گھنٹی کیوں نہیں بجائی"
سائیکل والا غصہ سے بولا : "گھنٹی نہ ہو تو ۔ ۔ ۔"
"پھر بریک کیوں نہیں دیا" راہ گیر نے دوبارہ کہا
"بریک نہ ہو تو" سائیکل والے نے کہا اور راہ گیر کو تیز نظروں سے دیکھتا ہوا آگے روانہ ہو گیا۔

ایک شخص قبر پر سجدہ کر رہا تھا
دوسرا شخص بولا : "میرے بھائی خدا کو سجدہ کرو۔ قبر کو سجدہ کرنا جائز نہیں"
پہلا شخص ڈنڈا لے کر دوسرے کے اوپر پل پڑا
"میرے بھائی آخر مجھ کو مارتے کیوں ہو" دوسرے شخص نے کہا
پہلا شخص بولا : اور تم کیا میرے اوپر پھول برسا رہے تھے۔

ایک شخص ایک ادارہ میں رہائشی ملازم تھا
ادارہ کے انچارج نے اچانک ایک روز اس سے کہا : کل سے آپ اپنا کمرہ خالی کر دیں
ملازم نے کہا : میرا کمرہ ہی تو میرا دفتر بھی ہے۔ اگر میں کمرہ چھوڑ دوں تو کام کہاں کروں
"میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کمرہ خالی کر دیں اور آپ مجھ سے بحث کر رہے ہیں" انچارج نے جواب دیا۔

"یہ کون سا اسلام ہے کہ سینما ہاؤس میں آگ لگا کر چار سو مسلمانوں کو جلا دیا جائے" ایک شخص نے ایرانی لیڈر سے کہا
"ہم نے کب آگ لگائی ہے۔ یہ تو شاہ کے ایجنٹوں نے ہماری تحریک کو بدنام کرنے کے لئے کیا ہے"

لوگ انسانی عدالت کے بارے میں سنجیدہ ہیں مگر خدائی عدالت کے بارے میں نہیں

ایک صاحب وکیل تھے اور اسی کے ساتھ شاعر بھی۔ وہ دیوانی میں وکالت کرتے تھے۔ ایک مقدمہ میں ان کے فریق مخالف کا نام عبدالباقی تھا۔ بحث کے دوران انھوں نے جج سے کہا: "حضور! ان کا نام عبدالباقی ہے۔ اسی سے یہ ثابت ہے کہ ان کے ذمہ ہمارا باقی ہے"۔ جج نے کہا: "مسٹر وکیل! یہ عدالت کا کمرہ ہے۔ یہ کوئی مصرعہ طرح کا مشاعرہ نہیں ہے"۔ یہ سنتے ہی وکیل صاحب فوراً سنجیدہ ہو گئے اور قانونی انداز میں گفتگو شروع کر دی ——— اس کی وجہ کیا تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وکیل صاحب کو معلوم تھا کہ فیصلہ کا اختیار ان کو نہیں ہے بلکہ عدالت کو ہے اور عدالت جو فیصلہ کرے گی، قانون کی بنیاد پر کرے گی نہ کہ ادبی نکتوں کی بنیاد پر۔

اسی قسم کے واقعات دین کے معاملہ میں بھی پیش آتے ہیں۔ آدمی بطور خود ایک نظریہ گھڑتا ہے یا ایک دینی عقیدہ بناتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی اللہ اور رسول کا دین ہے۔ اس کے سامنے قرآن وحدیث کے حقائق لائے جاتے ہیں جو صریح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے۔ مگر وہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ وہ اپنی بے بنیاد بحث کو بدستور جاری رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو یقین نہیں کہ فیصلہ "دوسری عدالت" میں ہونا ہے نہ کہ اس کی اپنی عدالت میں۔ اگر وہ اللہ کی عدالت کو اسی طرح دیکھنے لگے جس طرح مذکورہ وکیل کو انسانی عدالت کھلی آنکھوں سے دکھائی دے رہی تھی تو وہ فوراً سنجیدہ ہو جائے۔ وہ بحث د جدال میں پڑنے کے بجائے خدا کی کتاب اور رسول کی سنت میں غور کرنے لگے اور بالآخر اس حقیقت کو مان لے جس کو موت کے بعد ہر ایک ماننے پر مجبور ہو گا۔

ایسے زندہ انسان ہمارے اندر کیوں نہیں

ہندوستانی انجینیر غیر ضروری تعمیرات اور غیر ضروری ڈزائنوں پر کروروں روپیہ ضائع کرتے ہیں، اس کی مثال دیتے ہوئے مسٹر کے۔ ڈی۔ مالویہ (سابق وزیر پٹرولیم) نے بتایا کہ مشرقی ہندستان میں ایک پل پر کام ہو رہا تھا۔ اس دوران ڈرلنگ مشین کو پل پر لے جانے کی ضرورت ہوئی۔

اس وقت موقع پر دو انجینئر تھے۔ ایک روسی اور دوسرا ہندوستانی۔ ہندستانی انجینئر نے کہا کہ ڈرل کرنے کی بھاری مشین پل کے اوپر لے جائی گئی تو پل ٹوٹ کر گر جائے گا۔ اس لئے مشین اس وقت تک پل پر نہ چڑھائی جائے جب تک اس کے استحکام کا مزید انتظام نہ کر لیا جائے۔

روسی انجینئر کو اس سے اختلاف تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ڈرلنگ مشین کو ہم پل پر لے جا سکتے ہیں اور اس سے پل کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بحث بڑھی یہاں تک کہ یہ مسئلہ متعلقہ وزیر تک پہنچا۔ روسی انجینئر نے اپنے نقطۂ نظر کی وکالت کرتے ہوئے وزیر سے کہا: "روس میں میری بیوی اور بچے ہیں، اور میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ مگر میں اس کے لئے تیار ہوں کہ پل کے نیچے کھڑا ہو جاؤں جب کہ مشین پل کے اوپر چڑھائی جائے"۔ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے روسی انجینئر نے فی الواقع ایسا ہی کیا اور بے ضرر بچ کر نکل آیا۔

کے۔ سی۔ کھنا، مطبوعہ اسٹیٹسمین دہلی ۲۱ ستمبر ۱۹۷۵

محمد علی فروری ۱۹۷۸ میں اپنے حریف سے شکست کھا گئے

Leon Spinks catches Muhammad Ali with a right hook in their world heavyweight title fight at Las Vegas on Wednesday. The 24-year-old Spinks became the new world champion in a 15-round points decision.

محمد علی نے ستمبر ۱۹۷۸ میں دوبارہ اپنے حریف پر فتح حاصل کی
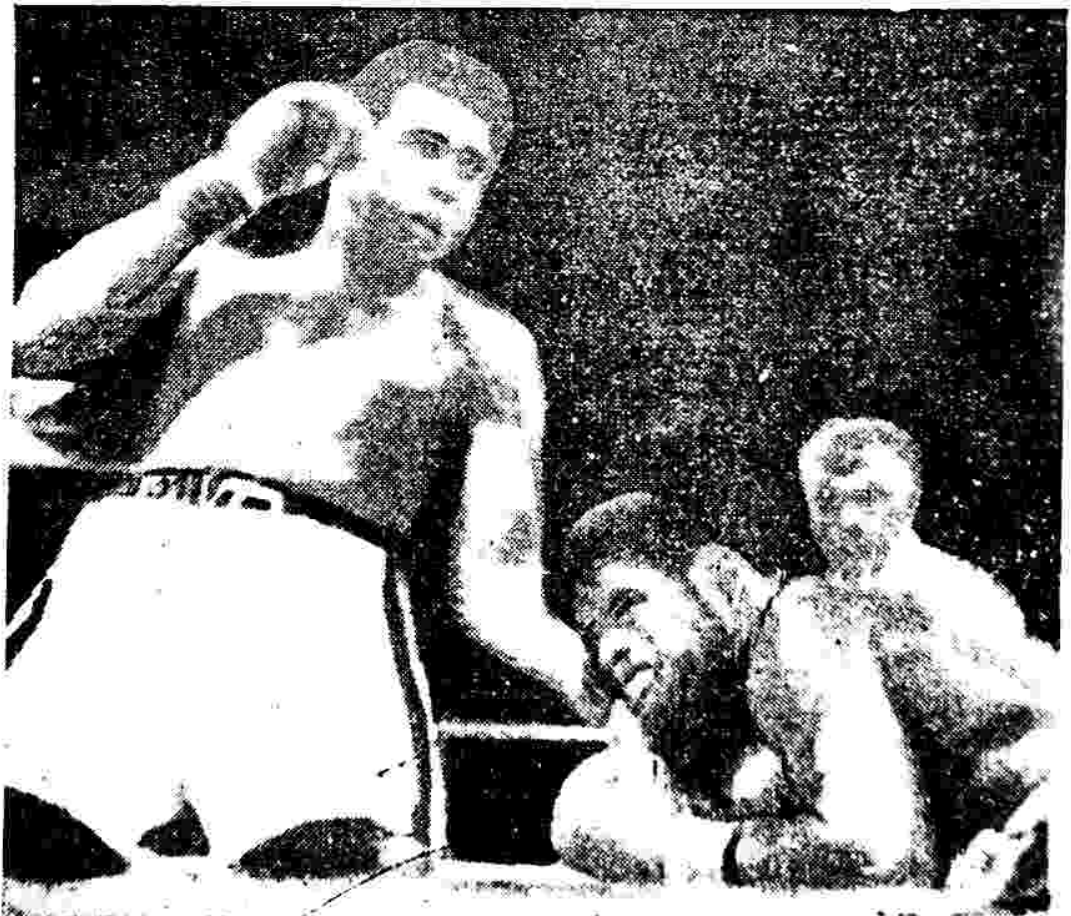
Leon Spinks ducks low as Muhammad Ali lands a left during their heavyweight title bout at the Superdrome in New Orleans on Friday night. Ali regained the title.—AP radiophoto.

جو شخص ہار کو مان لے وہی تیاری کرکے دوبارہ اپنے حریف کے مقابلہ میں کامیاب ہوتا ہے

۱۵ فروری ۱۹۷۸ کو ساری دنیا نے حیرت کے ساتھ یہ خبر سنی کہ باکسنگ کے مشہور چیمپین محمد علی کو ایک غیر معروف کھلاڑی لیون اسپنکس نے ہرا دیا۔ اب محمد علی کے لئے ایک راستہ وہ تھا جو عام طور پر ہارے ہوئے سیاستداں اختیار کرتے ہیں۔ وہ ایک اخبار نکال کر ججوں کی "دھاندلی" کا شور مچاتے۔ اپنے پرجوش حامیوں کو لے کر اسپنکس کے خلاف ایجی ٹیشن چلاتے اور اس کو قتل کرنے یا اس پر مقدمہ چلانے کی کوششیں کرتے۔ خود ساختہ طور پر ایک لقب وضع کرکے اپنے نام کے ساتھ لگا لیتے اور سمجھتے کہ وہ اب بھی کھیل کی دنیا کے "امام" ہیں۔ محمد علی اگر اس قسم کا راستہ اختیار کرتے تو اس کے لئے ان کے پاس پیسہ بھی تھا اور اعوان و انصار بھی۔ مگر اس قسم کے تمام طریقوں کو چھوڑ کر انھوں نے محنت و مشقت اور خاموش تیاری کا طریقہ اختیار کیا۔

ہارنے کے بعد پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت، محمد علی نے فروری ۱۹۷۸ کے تیسرے ہفتہ میں بنگلہ دیش کا پانچ روزہ دورہ کیا۔ ان کو بنگلہ دیش کی اعزازی شہریت دی گئی اور ان کو امریکہ میں بنگلہ دیش کا اعزازی قونصل جنرل بنانے کا اعلان کیا گیا۔ اس موقع پر ۲۲ فروری کو ڈھاکہ کی ایک پریس کانفرنس میں ایک اخباری نمائندہ نے محمد علی سے پوچھا کہ لیون اسپنکس سے مقابلہ میں ججوں کے فیصلہ کو کیا وہ صحیح فیصلہ سمجھتے ہیں۔ محمد علی نے صاف لفظوں میں کہا:

It was a fair decision.

یہ ایک بے لاگ فیصلہ تھا۔ علی نے صاف لفظوں میں اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

I misjudged the man (Spinks) and fought a wrong battle. my planning was not correct because I did not know much about Spinks
The Times of India, 23.2.1978

میں نے اپنے حریف کو سمجھنے میں غلطی کی اور اس سے غلط جنگ لڑی۔ میری منصوبہ بندی صحیح نہیں تھی کیوں کہ میں اسپنکس کے بارے میں کچھ زیادہ جانتا نہ تھا۔

محمد علی نے اب اپنی زندگی کا نیا نظام بنایا اور باقاعدہ تیاری میں لگ گئے۔ وہ دن بھر دوڑتے، پہاڑیوں پر چڑھتے۔ بھری ہوئی بوری میں گھونسے مار مار کر اپنے ہاتھوں کی تربیت کرتے۔ اپنے ساتھیوں سے آزمائشی مقابلے کرتے، اور اسی کے ساتھ عبادت کرکے دعا بھی کرتے کہ خدا انھیں اگلے مقابلہ میں کامیاب کرے —— محمد علی کی عمر ۳۶ سال ہے اور ان کے حریف لیون اسپنکس کی عمر ۲۵ سال، یعنی دونوں کی عمر میں گیارہ سال کا فرق ہے مبصرین کا خیال تھا کہ محمد علی کی عمر ان کے لئے فیصلہ کن بن چکی ہے اور اب وہ اپنے نوجوان حریف سے دوبارہ جیت نہیں سکتے۔ مگر محمد علی نے پورے جوش اور اہتمام کے ساتھ اپنی تیاریاں جاری رکھیں۔ وہ روزانہ صبح ۵ بجے اٹھ کر تین میل پہاڑی راستہ پر دوڑتے جب کہ ابھی اندھیرا چھایا ہوا ہوتا اور لوگ اپنے نرم بستروں پر سوئے ہوئے ہوتے۔ اس کے بعد سارے دن سخت ترین

قسم کی ورزشوں میں لگے رہتے۔

اگست میں، مقابلہ کی تاریخ سے کچھ پہلے، انھوں نے ڈیرلیک (پنسلوانیا) میں اپنے کھیل کا مظاہرہ کیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ ۱۵ ستمبر کے مقابلہ میں میں دوبارہ ٹائٹل جیت لوں گا۔ اخباری رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ ۳۶ سالہ علی آج کل اپنے باکسنگ سنٹر پر زبردست تیاری میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ بے حد سنجیدہ ہو گئے ہیں۔ اخباری رپورٹ کا ایک جملہ یہ تھا۔

Members of the Ali entourage insist that they have never seen Ali work so hard.
The Times of India 17.8.78

محمد علی کے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ انھوں نے محمد علی کو اتنا سخت محنت کرتے ہوئے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

اس طرح محنت اور تیاری کے چھ سخت مہینے گزارنے کے بعد محمد علی نے ۱۶ ستمبر ۱۹۷۸ کو دوبارہ لیون اسپنکس سے مقابلہ کیا اور اس کے اوپر شاندار فتح حاصل کی۔ اسپنکس فتح کے بعد عیاشیوں میں پڑ گیا حتی کہ ٹریفک قواعد کی خلاف ورزی کرنے کے جرم میں پولس نے اس کا چالان کیا۔ جب کہ محمد علی برابر اپنی تیاری میں مشغول رہا۔

ہار کو مان لینا اعلیٰ ترین انسانی صفت ہے۔ یہ حقیقت واقعہ کا اعتراف ہے۔ یہ جھوٹ کو چھوڑ کر سچائی کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ جو شخص اپنی ہار مان لیتا ہے، اس کے اندر حقیقت پسندانہ نفسیات ابھرتی ہیں۔ وہ سنجیدگی کے ساتھ حالات کا جائزہ لینے لگتا ہے۔ وہ اپنی کمزوریوں کو سمجھ کر دوبارہ اپنی منصوبہ بندی کرتا ہے۔ وہ حریف کے خلاف لفظی طوفان اٹھانے کے بجائے حقیقی میدان میں اس کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرتا ہے۔ ایک طرف اس کا حریف فتح کی خوشی میں مگن ہوتا ہے۔ دوسری طرف یہ اپنی شکست کے احساس کو لئے ہوئے سنجیدہ تیاریوں میں مصروف ہوتا ہے —— ان باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو شخص مقابلہ کے میدان میں ہار گیا تھا وہ دوبارہ اپنے حریف کو شکست دے کر کامیاب ہو جاتا ہے۔

یہ وقت ہم میں سے ہر شخص کے لئے مقدر ہے

کینیا کے صدر جوموکنیاٹا ۲۱ اگست ۱۹۷۸ کی رات کو سمندر کے کنارے اپنے صدارتی محل میں سوئے۔ اگلی صبح کو وہ اپنے بستر پر مردہ پائے گئے۔ ان کی عمر تقریباً ۸۵ سال تھی۔ مشہور انگریز ایکٹر رابرٹ شا ۲۸ اگست ۱۹۷۸ کو اپنی کار میں اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ راستہ میں ان کے دل میں درد اٹھا۔ وہ کار کھڑی کر کے باہر سڑک پر نکل آئے اور اچانک گر کر ختم ہو گئے۔ ان کی عمر ۵۱ سال تھی۔

اسی طرح ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے۔ کسی پر سوتے ہوئے وہ وقت آجاتا ہے، کوئی راہ چلتے پکڑ لیا جاتا ہے اور کوئی بستر پر بیمار ہو کر مرتا ہے۔ یہ وقت بہرحال ہر ایک پر آنا ہے۔ خواہ وہ ایک صورت میں آئے یا دوسری صورت میں۔

مولانا وحید الدین خاں صاحب کے طرزِ تحریر کی اس خوبی سے کسی کو انکار نہیں کہ موصوف کا قلم اسلام کے اعتقادی اور عباداتی مسئلہ کو عصرِ حاضر کے مؤثر اسلوب میں آج کے سائنسی ذہن کو مطمئن کرنے کی کامیاب کوشش کرتا ہے۔ موصوف مسلمانوں کے ذہنی جمود، رسم پرستی اور اسلامی سیاست کے نام پر ہڑبونگ بازی اور استحصال پسندی پر بھرپور وار کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ مسائل اجتہادی ہیں اور مولانا کو بھی ان مسائل پر ایک رائے رکھنے کا پورا پورا حق پہنچتا ہے۔ لیکن علماءِ کرام کو زیادہ شکایت اس معاملہ میں ہے کہ موصوف جمال الدین افغانی سے لے کر مودودی صاحب تک تمام انقلابی رہنماؤں پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ یہ لوگ "قوم کو ایک لامتناہی جنگ میں الجھا رہے ہیں" (۱۷۵)

یہ بات چوٹی کے مسلم رہنماؤں کے بارے میں ہمیں کتنی ہی ناگوار گزرے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ۹۹ فی صد مسلم رہنما وہ ہیں جو اسلام کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ الحق کے نام پر مسلمانوں کے خون کی تجارت کر رہے ہیں۔ وہ ابتدا میں خود بھی اسی تصور کے حامی تھے۔ موصوف کے سامنے اس قسم کی تحریکات کے نقصان دہ نتائج واضح ہیں اور وہ ملت اسلامیہ کو بھی دکھانا چاہتے ہیں۔ تعلیمی اور سماجی تعمیر و اصلاح کا کام نہایت صبر آزما ہے اور حکومت الٰہیہ اور اقتدار اسلامی کے احیاء و قیام کا نعرہ نہایت جذبات انگیز ہے، اس نعرہ پر آپ قوم کی تھیلیاں خالی کرا سکتے ہیں اور کرانے والے کرا رہے ہیں۔ لیکن کسی ٹھوس تعلیمی اور دینی کام کے لئے آپ مارے مارے پھرتے ہیں لیکن کوئی توجہ دینے والا آپ کو نظر نہیں آتا۔

ہر صاحب بصیرت عالم اس صورت حال پر ماتم کرتا ہے۔ مولانا وحید الدین خاں صاحب بھی اسی جذباتی ذہن کو للکارتے ہیں اور اس ذہن کی پیدائش کا جو سرچشمہ ہے اس پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔

راقم کے سامنے "ظہور اسلام" کتاب ہے، اس کے ۴، ۱۷ اور ۱۷۵ صفحات کو غور سے دیکھئے، مؤلف کی نکتہ چینی کا انداز آپ کو ضرور سخت لگے گا، لیکن مؤلف کے اخلاص دینی اور ملی بہی خواہی کے جذبہ سے انکار ممکن نہیں۔

بعض احباب کہتے ہیں کہ خاں صاحب مسلم سامراج کے وکیل ہیں، یہ نیت پر حملہ کی بات ہے، کیونکہ یہی مؤلف اطاعت امیر کی احادیث کے تحت یہ بات بھی لکھتا ہے "اس ہدایت کا مطلب امت کو ظالم حکمرانوں کی بے زبان رعیت بنانا نہیں" (۱۷) آزاد ہندوستان میں ہر صاحب عقل آدمی کو خاں صاحب کی اس رائے کا وزن محسوس ہو رہا ہے۔

مؤلف محترم جب رواجی تصوف پر تنقید کرتے ہیں تو موصوف کے سامنے مذہبی پیشواؤں کی وہ دکانیں ہوتی ہیں جو ان لوگوں نے مسجدوں اور خانقاہوں میں لگا رکھی ہیں۔ جو مقامات توہم پرستی کا قلع قمع کرنے اور اس کی جگہ توحید پرستی قائم کرنے کے لئے بنائے گئے تھے وہاں آج کیا ہو رہا ہے؟ مشرکانہ جادو ٹونے کی تجارت۔ فقہ کے معاملہ میں مؤلف دورِ رسالت و صحابہ کی سادگی کی طرف بلاتے ہیں اور نفلی عبادات اور اس کے فقہی مسائل نے آج دین دار طبقہ کو جن لاطائل بحثوں اور گروہ بندیوں میں پھنسا رکھا ہے اس سے نجات دلا

کر اصول اسلام اور فرائض شریعت پر پورا زور صرف
کرنے کی تلقین کرتے ہیں ۔ اور یہ وہ مسئلہ ہے جس پر
امام شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں بہت کچھ
لکھا ہے، خان صاحب اگر لکھتے ہیں تو ان پر ناراض ہونا
بے کار ہے ۔

"الاسلام" اور "ظہور اسلام" کے مؤلف
محترم نے شریعت کی عام اصطلاحات کو چھوڑ کر بعض
مسائل میں خود اپنی وضع کردہ اصطلاحیں استعمال کی
ہیں ۔ اگر مؤلف ان سے گریز کرتے تو علماء عصر کو ان سے
زیادہ شکایت نہ ہوتی ۔ اپنی اصطلاحوں کے مسئلہ نے
شیخ ابن عربی کی شخصیت اور ان کے خیالات کو کس قدر
نزاعی بنا دیا ہے ۔

مولانا نے ظہور اسلام (۱۷۰) میں لکھا ہے کہ پیغمبر
اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو خارق عادت معجزات نہیں
دیئے گئے "؛ ظاہر ہے کہ حضور کو معجزات عطا کیے گئے، مولانا
بھی اسے تسلیم کرتے ہیں ۔ پھر اس نفی کا کیا مطلب ہے ؟
یہی حال بعض تاریخی توجیہات کا ہے ۔

حضرت عثمان غنی کی شہادت پر مؤلف محترم
لکھتے ہیں کہ "یہ در اصل شریعت کے حکم کی تعمیل تھی ۔
(ظہور اسلام ۶۹) اور اس کے لئے مثال ہابیل و قابیل
کی دی ہے، لیکن یہ بات وضاحت طلب ہے کہ حضرت
عثمان کا قتل ایک فرد واحد کا قتل تھا یا ملت کی اجتماعیت
کا قتل تھا، ایک خلیفہ وقت ملت کی شیرازہ بندی کا نشان
ہوتا ہے اگر وہ کسی فتنہ کو دفع کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو
اس وقت اس کا فرض کیا ہونا چاہئے؟ اپنے آپ کو قتل کے
حوالہ کر کے ملت کو انتشار کے حوالے کرنا یا بزور شمشیر اس
فتنہ کو ختم کر کے ملی اجتماعیت کی حفاظت کرنا ۔ کیا یہ تاریخی
حقیقت نہیں ہے کہ خون عثمان کے حربے نے بنی امیہ کی
خاندانی عصبیت کو فتنہ انگیزی کا موقع دیا اور پھر صفین
اور کربلا اور مابعد تک جو معرکے برپا ہوئے سب اسی کے
ثمرات تھے ۔

(مولانا) اخلاق حسین قاسمی ۔ صدر جمعیۃ علماء صوبہ دہلی

عرض الرسالہ

۱۔ معجزات کے سلسلے میں ہم نے کوئی نئی بات نہیں
کہی ہے ۔ معجزہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ــــ وہ خارق عادت
واقعہ جو نبوت کے اثبات کے لئے منکرین کے مطالبہ پر
پیش کیا جائے ۔ قرآن کی صراحت ہے کہ اس قسم کا فرمائشی
معجزہ یا بالفاظ قرآن "آیت" رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو نہیں دیا گیا (بنی اسرائیل ۵۹) منکرین کی طرف
سے جب آیت (نشانی، معجزہ) کا مسلسل مطالبہ ہوا تو کہا
گیا کہ یہ قرآن جو اتارا گیا ہے یہی ہماری طرف سے آیت
ہے (عنکبوت ۵۱) صحیحین کی یہ روایت ظہور اسلام
صفحہ ۱۸۲ پر نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ہر نبی کو زمانہ کے لحاظ سے کوئی آیت (دلیل
رسالت) ضرور دی گئی ہے ۔ مگر مجھ کو جو چیز دی گئی، وہ صرف
قرآن ہے (وانما کان الذی اوتیتہ وحیا اوحاہ
اللہ الی)

مولانا سید سلیمان ندوی اور دوسرے حضرات نے
آپ کے جو خارق عادت واقعات جمع کئے ہیں، ان کے
برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔ مگر ان کو جو لوگ معجزہ
کہتے ہیں وہ مجازی طور پہ کہتے ہیں ۔ کیوں کہ یہ سب نصرت
کے واقعات ہیں نہ کہ حقیقتاً معجزہ کے واقعات ۔ امت کے
متفقہ عقیدہ کے مطابق قرآن ہی آپ کا دائمی معجزہ ہے ۔
شق قمر کے بارے میں کچھ لوگوں کو شبہ ہوا ہے کہ

وہ مطالبہ کفار پر پیش آیا تھا۔ مگر یہ غلط فہمی ہے۔ کیونکہ روایات میں جو الفاظ آئے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ یہ واقعہ فلکیاتی اسباب کے تحت بطور خود پیش آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹا تو آپ نے لوگوں سے کہا کہ یہ دیکھ لو (انشق القمر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شقتین حتی نظروا الیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشھدوا، ابن کثیر)

۳۔ خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں یہ ثابت ہے کہ آپ کا رویہ کسی کمزوری کی بنا پر نہ تھا بلکہ تمام تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی تعمیل میں تھا۔ یوم الدار (محاصرہ کے زمانہ) میں جب آپ سے کہا گیا کہ آپ ان مسلمانوں سے جنگ کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں جنگ نہ کروں (ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عھد الیّ عھدا وانی صابر نفسی علیہ، احمد عن عائشہ) محاصرہ کے وقت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے کہا: الکف الکف (البدایہ والنہایہ) ایسی حالت میں ظہور اسلام میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ صرف ایک حکم رسالت کی توجیہہ ہے۔ نہ کہ کوئی ذاتی رائے۔

عالی ظرفی

مظفر حلیم (متوفی ۹۳۲ھ) والی گجرات اور محمود خلجی والی مانڈو (احمد آباد) دونوں ہم زمانہ تھے ان میں باہم لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ محمود خلجی اکثر گجرات پر حملہ کرتا تاکہ اس "خوبصورت اور سرسبز" ملک کو اپنی قلمرو میں شامل کرلے۔ تاہم اسے اپنے اس ارادہ میں کامیابی نہ ہوسکی۔ اس درمیان میں ایسا ہوا کہ محمود خلجی کے وزیر منڈلی رائے نے موقع پاکر سلطان کو تخت سے بے دخل کردیا اور خود ملک پر قابض ہوگیا۔

سلطان محمود خلجی کو معلوم تھا کہ سلطان مظفر حلیم اگرچہ اس کا حریف ہے مگر ایک شریف انسان ہے۔ وہ جرأت کرکے اس کے پاس پہنچا اور اس سے اپنے وزیر کے خلاف مدد کی درخواست کی۔ سلطان مظفر فوراً اس کی مدد کے لئے تیار ہوگیا اور اپنی فوج لے کر مانڈو پہنچ گیا۔ زبردست مقابلہ کے بعد منڈلی رائے کی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے اور گجرات دوبارہ فتح ہوگیا۔ سلطان مظفر کے فوجی سرداروں نے کہا کہ اس ملک کو ہم نے لڑکر فتح کیا ہے۔ اب اس کو محمود خلجی کے حوالے کرنا مناسب نہیں۔ آپ اس کو اپنی قلمرو میں شامل کرنے کا اعلان کردیں۔ سلطان مظفر حلیم نے اس کو اپنی حمیت وغیرت کے خلاف سمجھا اور اس مشورہ کو ماننے سے قطعاً انکار کردیا۔ تاہم اس کو اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی فاتح فوج کوئی مسئلہ کھڑا کردے۔ اس نے اپنی فوجوں کو حکم دیا کہ کوئی بھی شخص مفتوحہ شہر میں داخل نہ ہو اور سب کو فوری طور پر اپنے وطن کی طرف واپسی کا حکم دے دیا۔

(آصفی کی عربی تاریخ "ظفر الوا")

اسلام کے خلاف جدید شبہات کو ڈھا دینے والی کتاب

مذہب اور جدید چیلنج

"علم جدید کا چیلنج" مولانا وحید الدین خاں کی مشہور کتاب ہے۔ "مذہب اور جدید چیلنج" اسی کا نظر ثانی کیا ہوا ایڈیشن ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۶۶ میں اردو میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد عربی اور ترکی زبانوں میں اس کے درجن سے اوپر ایڈیشن شائع ہوئے۔ تمام عالم اسلام میں اس کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ ۷ فروری ۱۹۷۶ کو مولانا وحید الدین خاں طرابلس میں صدر قذافی سے ملے تو لیبی لیڈر نے فوراً کہا: لقد قرأت كتابك الاسلام يتحدى (میں نے آپ کی کتاب الاسلام یتحدیٰ پڑھ لی ہے)۔

الامام الاکبر ڈاکٹر عبد الحلیم محمود (جامعہ ازہر قاہرہ) نومبر ۱۹۷۵ میں ہندستان آئے۔ انھوں نے جامعہ ڈابھیل سورت میں تقریر کرتے ہوئے علماء سے کہا کہ آپ لوگ الاسلام یتحدیٰ کا مطالعہ کیجئے۔ جس میں اسلام کے خلاف جدید شبہات کا کافی وشافی رد موجود ہے۔

قاہرہ کے روزنامہ الاہرام نے اس کتاب کے عربی ایڈیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"مصنف کتاب نے اسلام کے مطالعہ کا ایک ایسا علمی انداز اختیار کیا ہے جو بالکل نیا اور انوکھا ہے۔ جدید مادی فکر کے مقابلہ میں دین کو وہ اسی طرز استدلال سے ثابت کرتے ہیں جس سے منکرین مذہب اپنے نظریات کو ثابت کرتے ہیں۔۔۔ اسلام کے ظہور سے لے کر اب تک چودہ سو سالوں میں اسلام پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اگر تاریخ کو چھانا جائے اور اللہ کی طرف بلانے والی عمدہ کتابوں کو چھلنی سے چھان کر نکالا جائے تو کتاب الاسلام یتحدیٰ بلا شک وشبہ ان میں سے ایک ہوگی۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مصنف کتاب کے عمل کو قبول فرمائے۔ ان کے دل کو نور سے، ان کی عقل کو معرفت سے اور ان کی روح کو رضا سے بھر دے اور ان کے قلم کو ایسی روشنائی عطا کرے جو لکھنے سے کبھی ختم نہ ہو۔"

قیمت: تیرہ روپے پچاس پیسے

مکتبہ الرسالہ جمعیۃ بلڈنگ قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۶

"مذہب اور جدید چیلنج" پر

ایک یادگار تبصرہ

"مذہب اور جدید چیلنج"، کا پہلا ایڈیشن جو علم جدید کا چیلنج کے نام سے ۱۹۶۶ء میں چھپا تھا، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد عامر عثمانی مرحوم نے اپنے رسالہ تجلی کے "آغاز سخن" میں مفصل نوٹ شائع کیا تھا۔ اس کا ایک جزء یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"اس کتاب کا تذکرہ کرنا آج ہمیں ہر دوسرے موضوع سے زیادہ محبوب نظر آرہا ہے۔ خدا مصنف کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ ہمارے علم کی حد تک یہ کتاب اپنے موضوع پر دنیا کی واحد کتاب ہے۔ اس کا موضوع فقط یہ نہیں کہ سائنس کے مقابلہ پر مذہب کا اثبات کیا جائے۔ بلکہ اس کے موضوع کا تشخص تقریباً ان الفاظ میں ہوسکتا ہے کہ ——— ملحد سائنس دانوں اور فلسفیوں کا رد ٹھیک اسی علم کلام کے ذریعہ جسے یہ لوگ مذہب کی تردید میں استعمال کرتے ہیں۔

اس کتاب کی تعریف کا حق محض یہ کہہ کر ادا نہیں ہوسکتا کہ یہ ٹھوس ہے، مفید ہے، قیمتی ہے۔ اس طرح کی باتیں تو اس سے کمتر کتابوں کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہیں۔ ہمیں کہنا چاہئے، اور یہ ہمارے دل کی آواز ہے کہ یہ کتاب وہ فرض کفایہ ہے جسے مصنف کی سعادت مندی اور توفیق اور خداداد صلاحیت نے پوری امت کی طرف سے ادا کیا ہے۔

نہیں۔ یہ بھی ہم نے غلط کہا۔ فرض کفایہ فرائض کی بہت ہلکی قسم ہے۔ فکر نو کے مذہب دشمن اور خدا بیزار طوفان کے آگے فولادی دلائل کا بند باندھنا، ملحد مفکرین کے تباہ کن علم کلام کا توڑ مہیا کرنا اور مذہبی عقائد اقدار کو خیرہ کن سفسطوں کی یلغار سے بچانا آج اتنا بڑا فریضہ ہے جسے افرض الفرائض بھی کہہ دیں تو مبالغہ نہیں۔

مصنف نے اگر ڈیوٹی انجام دی ہے تو ملت کے دیگر اہل افراد کے ذمے سے یہ ڈیوٹی ساقط نہیں ہوجاتی۔ اگر ہمیں حقیقت اور واقعات کا احساس و ادراک ہوتا تو جس طرح ہم مدرسے اور مکتب چلانے کے لئے قوم سے چندہ لیتے اور بڑے بڑے خرچ پورے کرتے ہیں، اسی طرح اس کتاب کو اردو، ہندی، انگریزی اور دنیا کی تمام قابل ذکر زبانوں میں بھاری تعداد میں چھاپتے، پھیلاتے، مفت پہنچاتے۔

مصنف نے اپنی کتاب میں جوابی بحث کے ذیل میں جو سائنسی معلومات جمع کی ہیں وہ بجائے خود اس کتاب کو بہت قیمتی بنا دیتی ہیں۔ اللہ اکبر، کیا کیا ایمان تازہ ہوتا ہے ان جدید تر سائنسی انکشافات کو دیکھ کر جن سے یہ کتاب روشناس کراتی ہے۔ کتنی قطعیت کے ساتھ ہر تازہ سے تازہ تر انکشاف گواہی دے رہا ہے کہ مذہب اٹل ہے، مذہب برحق ہے، مذہب سے بے تعلق ہوکر انسانی معاشرہ نہ پہلے کبھی فلاح کو پہنچا نہ آج پہنچ سکتا ہے۔

مصنف کی کتاب پڑھ کر ہم ایسی کیفیت محسوس کررہے ہیں کہ اگر وہ ہمارے سامنے ہوں تو ہم والہانہ انداز میں ان انگلیوں کو چوم لیں جن کی جنبش اس کتاب کو ظہور دینے کا ذریعہ بنی ہے۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند۔ جولائی۔ اگست ۱۹۶۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا۔ ایک شخص نے ناجائز طور پر دوسرے کی زمین پر قبضہ کر لیا تھا مگر اس کی "قانونی خانہ پری" اتنی مکمل تھی کہ ظاہری طور پر اس کے خلاف فیصلہ دینا بھی مشکل تھا۔ آپ نے فرمایا "تمہاری ہوشیاری کی بنا پر اگر عدالت نے تمہاری موافقت میں فیصلہ دے دیا تو سمجھو کہ اس نے تم کو آگ کا ایک ٹکڑا دیا" گویا اس آدمی کے عمل کا نتیجہ دنیوی اعتبار سے تو زمین کا ایک محبوب ٹکڑا تھا۔ مگر آخرت کے اعتبار سے وہ بھڑکتی ہوئی آگ کا ایک شعلہ تھا۔ وہ اپنے عمل سے پیچھے کی دنیا میں زمین چھوڑ رہا تھا اور آگے آخرت کی دنیا میں آگ بھیج رہا تھا۔

اسی طرح نیک اعمال کا معاملہ بھی ہے۔ امام احمد نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول غصہ کے بارے میں نقل کیا ہے:

ماتجرع عبد جرعة من لبن او عسل خیر من جرعة غیظ	کسی بندہ نے غصہ کے گھونٹ سے بہتر دودھ یا شہد کا گھونٹ نہیں پیا۔

غصہ کو پی جانا دنیا کے اعتبار سے انتہائی کڑوا گھونٹ ہے۔ مگر اس عمل کا جو اخروی ثمنی ہے، وہ دودھ اور شہد سے بھی زیادہ میٹھا اور لذیذ ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ گرمی کی شدت جہنم کی سانس کی وجہ سے ہوتی ہے (ان شدۃ الحر من فیح جھنم) اسی طرح حدیث معراج میں ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو وہاں آپ نے چار نہریں دیکھیں۔ دو نہریں اندر بہتی تھیں اور دو باہر۔ جبریل نے بتایا کہ اندر اندر بہنے والی نہریں تو بہشت کے دریا ہیں اور اوپر اوپر بہنے والے نیل اور فرات۔ گویا موجودہ دنیا اور آخرت کی دنیا ایک ہی واقعہ کے دو پہلو ہیں۔ دنیوی پہلو حقیر اور عارضی ہے۔ اخروی پہلو بہتر اور مستقل۔ آج ہم دنیوی پہلو سے دوچار ہیں۔ موت کے بعد ہم اخروی پہلو سے دوچار ہوں گے۔

انسانی عمل کے اس دوگونہ پہلو کو حدیث معراج میں مختلف تمثیلات کے ذریعہ بتایا گیا ہے۔

ooooooooooooooooooooooooooooooooooo

انسانوں کی ایک قسم یہ بھی ہے

عمر بن ربیعہ (۹۳ – ۲۳ھ) ایک شاعر تھا جو زیادہ تر عشقیہ مضامین نظم کرتا تھا۔ حتیٰ کہ شریف خاندان کی عورتوں کا نام لے کر ان کے بارے میں عریاں اشعار کہنے لگا۔ اس کے خلاف شکایات حکومت تک پہنچیں۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کو دھلک میں جلا وطن کر دیا جو یمن اور حبشہ کے درمیان بحر احمر کا ایک جزیرہ تھا۔ وہ عین اس رات کو پیدا ہوا جس رات کو حضرت عمر فاروق نے انتقال فرمایا۔ لوگ اس کے بارے میں کہا کرتے تھے: کتنا بڑا حق اٹھ گیا اور کیسا باطل اس کی جگہ آگیا۔"

عمر بن ربیعہ کا ایک شعر یہ ہے:

الا لیت ام الفضل کانت قرینتی   ھنا او ھنا فی جنة او جھنم

کاش ام الفضل کسی صورت سے بھی میری رفیقہ بن جائے، یہاں یا وہاں۔ جنت میں یا جہنم میں۔

الرسالہ کے پیغام کو پھیلانے کی سب سے آسان صورت یہ ہے کہ آپ الرسالہ کی ایجنسی قائم کریں

اعظم گڑھ (یوپی) میں ایک ڈگری کالج ہے جس کا نام شبلی نیشنل کالج ہے۔ ملک زادہ منظور احمد یہاں انگریزی زبان کے شعبہ میں لکچرر تھے۔ وہ ۱۹۵۲ سے ۱۹۶۴ تک یہاں استاد رہے۔ وہ کمیونسٹ تھے دن کو وہ کالج میں انگریزی کی کلاس لیتے اور شام کے وقت شہر کے چوراہہ پر کھڑے ہو کر پارٹی کا اخبار بیچتے۔ سڑک پر ہاتھ میں اخباروں کا بنڈل لئے ہوئے جب وہ کہتے کہ "وہ پارٹی کیوں نہ کامیاب ہوگی جس میں میرے جیسا آدمی اخبار بیچے" تو سننے والوں پر عجیب تاثر ہوتا۔

اب ایک اور مثال لیجئے۔ چند ماہ پہلے ایک مسلم نوجوان مجھ سے ملے۔ انھوں نے ایک اسلامی اخبار نکالنا شروع کیا تھا۔ اخبار کی پہلی اشاعت پیش کرتے ہوئے انھوں نے کہا: "میری جوتوں کی دکان ہے اور اللہ کے فضل سے کامیاب ہے۔ مگر مجھ کو پسند نہیں آیا کہ میں زندگی بھر چپل سیوک بنا رہوں۔ آدمی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سوسائٹی میں معزز مقام حاصل کرے۔"

موجودہ زمانہ میں مسلم قوم کے المیہ کی، کم از کم ایک بڑی وجہ وہی ہے جو مذکورہ واقعہ میں نظر آتی ہے۔ ہمارا ہر آدمی "لیڈر" کی سطح پر قوم کی خدمت کرنا چاہتا ہے۔ "ہاکر" کی سطح پر قوم کی خدمت کرنے سے کسی کو دلچسپی نہیں۔ مذکورہ مسلم نوجوان نے سادگی میں اپنے دل کی بات کہہ دی۔ مگر یہی سارے لوگوں کا حال ہے۔

الرسالہ جس تعمیری اور اصلاحی مقصد کے تحت نکالا گیا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ بڑھائی جائے۔ اس سلسلہ میں ہم اپنے مسلم بھائیوں سے مذکورہ کمیونسٹ جیسے تعاون کی امید تو نہیں کر سکتے۔ تاہم اس سے کم تر درجہ کے ایک تعاون کی ہم ان سے اپیل کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہ ہر شخص جو ہم سے ہمدردی یا اتفاق رکھتا ہے، وہ اپنے مقام پر رسالہ کی ایجنسی قائم کرے۔

تجربہ یہ ہے کہ بیک وقت سال بھر کا چندہ دینا لوگوں کو مشکل ہوتا ہے۔ مگر پرچہ سامنے ہو تو ایک پرچہ کی قیمت دے کر وہ باسانی اسے لے لیتے ہیں۔ اس صورت حال میں الرسالہ کی تعمیری اور اصلاحی آواز کو پھیلانے کی بہترین صورت یہ ہے کہ ہر ہر جگہ اس کی ایجنسی قائم کی جائے۔ یہ کم سے کم تعاون ہے جو الرسالہ کے ہمدرد الرسالہ کے خیالات کو عام کرنے کے لئے ہمیں دے سکتے ہیں۔ ایجنسی لینے والے کے لئے اس کام میں کسی نقصان کا سوال نہیں ہے۔ کیوں کہ شرائط ایجنسی کے مطابق غیر فروخت شدہ پرچے واپس لے لئے جاتے ہیں۔ بہترین عملی صورت یہ ہے کہ کم تعداد سے ایجنسی شروع کی جائے ابتداءً پانچ یا دس پرچے منگائے جائیں اور پھر حالات کے مطابق بڑھایا جاتا رہے۔ تعاون کی یہ صورت ہلکی بھی ہے اور بے خطر بھی۔ اگر ہمارے ہمدرد اس پر عمل کریں تو چند سال میں اس کے عظیم نتائج نکل سکتے ہیں۔

ادارہ الرسالہ

جمعیۃ بلڈنگ قاسم جان اسٹریٹ دہلی ٦

ہمارا مقصد

- اسلامی تعلیمات کو عصر حاضر کے اسلوب میں بیان کرنا
- مسلمانوں کے اندر حقیقی دینی روح زندہ کرنا
- ملی مسائل کے حل کیلئے مثبت اور تعمیری ذہن پیدا کرنا
- تمام بندگان خدا تک اسلام کا پیغام پہنچانا
- اسلام کو وقت کا غالب فکر بنانے کی کوشش کرنا
- مسلمانوں میں باہمی اتحاد اور خیر خواہی کا جذبہ ابھارنا
- اردو اور دوسری زبانوں میں اسلامی لٹریچر شائع کرنا
- مسلمانوں کو آخرت پسندانہ زندگی گزارنے کی تلقین کرنا
- رسمی دینداری کے بجائے حقیقی دینداری پیدا کرنا
- جدید تقاضوں کے مطابق اسلامی تعلیم کا انتظام کرنا

ادارۂ الرسالہ کے ساتھ تعاون آپ کے وقت اور سرمایہ کا بہترین مصرف ہے

وحید الدین خاں

صدر اسلامی مرکز

سرپرست ادارۂ الرسالہ

علمی جہاد — انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف

ہم سے پوچھا گیا ہے کہ کیا زکوٰۃ کی مد سے ادارۂ الرسالہ کی اعانت کی جاسکتی ہے۔ جواب ہے کہ یقیناً کی جاسکتی ہے اور یہ اعانت بلاشبہ زکوٰۃ کا اہم ترین مصرف ہوگی۔

قرآن میں زکوٰۃ کے جو مصارف بتائے گئے ہیں ان میں سے ایک فی سبیل اللہ (توبہ ۶۰) ہے۔ یعنی اللہ کے راستہ میں دینا۔ اس سلسلے میں فی سبیل اللہ کا مفہوم متعین کرنے کے لئے بہت سی علمی وفقہی بحثیں کی گئی ہیں۔ شیخ یوسف القرضاوی (قطر) نے اس موضوع پر اپنی تحقیقی کتاب "فقہ الزکوٰۃ"، میں مفصل اور مدلل گفتگو کی ہے اور آخر میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد صرف قتال نہیں ہے، نہ شخصی تملیک اس کے لئے ضروری ہے، بلکہ عمومی نوعیت کا تربیتی اور علمی جہاد بھی اس میں داخل ہے۔ اور شاید آج مسلمان اس کے سب سے زیادہ ضرورت مند ہیں"۔ ذیل میں شیخ یوسف القرضاوی کی بحث کا ایک حصہ نقل کیا جاتا ہے۔ شیخ موصوف لکھتے ہیں:

"موجودہ حالات میں فی سبیل اللہ سے جو اولین اور اہم ترین چیز مراد لی جائے گی وہ ہے صحیح اسلامی زندگی کے احیاء کا وہ پروگرام جو اسلام کے جملہ احکام، عقائد، تصورات، شعائر، شرعی قوانین اور اخلاق و آداب کو بروئے کار لانے کے لئے ہو۔

یہ کام اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ اسلام کے غیرت مندوں کو اپنی زکوٰۃ کا مال اور اپنی اعانتیں اس پر صرف کرنی چاہئیں۔

ہماری رائے یہ ہے کہ بحالات موجودہ زکوٰۃ کے اس مصرف کو ثقافتی، تربیتی اور علمی جہاد کے لئے استعمال کرنا بہتر ہوگا۔ بشرطیکہ وہ خالص اور صحیح اسلامی جہاد ہو۔

عصر حاضر میں اسلام کے پیغام کو عام کرنے کے لئے جن سرگرمیوں کی ضرورت ہے۔ اس کی چند مثالیں ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ ان کا شمار بجا طور پر فی سبیل اللہ میں کیا جاسکتا ہے۔

صحیح اسلام کو پیش کرنے کے لئے دعوتی مراکز قائم کرنا جن کے ذریعہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں ادیان و مذاہب کی کشمکش کے درمیان غیر مسلمین تک اسلام کا پیغام پہنچایا

سورہ توبہ (آیت ۶۰) میں صدقات کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں جن میں سے پہلے چار مصارف (فقراء، مساکین، عاملین، مولفۃ القلوب) کے لئے حرف لام استعمال ہوا ہے۔ یعنی یہ کہا گیا کہ صدقات "ان کے لئے"، ہیں۔ مگر بعد کے چار مصارف (غلام، قرضدار، سبیل اللہ، مسافر) کے لئے حرف فی استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہا گیا کہ صدقات ان کی مدمیں صرف کرنے کے لئے ہیں۔ پہلے چار مستحقین کے لئے لام ہے جو تملیک کا معنی دیتا ہے۔ بقیہ چار مستحقین کے لئے فی ہے جو عربی زبان میں ظرفیت کے لئے آتا ہے ——— حکم کے الفاظ میں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ پہلی چار اصناف کو زکوٰۃ اس طور پر ملتی ہے کہ وہ اس کی مالک ہو جاتی ہیں جب کہ بقیہ چار اصناف کی حیثیت چار مدات کی ہے (فقہ الزکوٰۃ از شیخ یوسف القرضاوی سطر)

جاسکے یقیناً جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اسلامی ممالک کے اندر ایسے اسلامی مراکز قائم کرنا بھی جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہے جو مسلم نوجوانوں کی صحیح تربیت کریں۔ اسلام کے اعتدال پسندانہ نقطۂ نظر کے مطابق ان کی رہنمائی کریں، الحاد، فکری انحراف اور عملی بے راہ روی سے انھیں بچائیں اور انھیں اسلام کی حمایت و نصرت اور اس کے دشمنوں سے نبرد آزمائی کے لئے تیار کریں۔

اسی طرح خالص اسلامی پرچہ کا اجرا، جو گمراہ صحافت کے درمیان اللہ کا کلمہ بلند کرنے حق بات کا اظہار کرنے، اسلام پر عائد کئے جانے والے جھوٹے الزامات کی تردید کرنے، شبہات کا ازالہ کرنے، اور اسلام کو ہر قسم کی حاشیہ آرائی اور شائبوں سے پاک کر کے صحیح شکل میں پیش کرنے کی خدمت انجام دے ــــ بلا شبہ جہاد فی سبیل اللہ ہے

ایسی دینی کتاب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت جو بنیادی اہمیت کی حامل ہو اور جو اسلام کو یا اس کے کسی پہلو کو اس خوبی کے ساتھ پیش کرے کہ اس کے پوشیدہ جواہر سے پردہ اٹھ جائے۔ اس کی تعلیمات کی خوبیاں نمایاں ہوں اور اس کے حقائق بے نقاب ہوں جہاد فی سبیل اللہ کے مترادف ہے۔

پختہ کار، امانت دار اور مخلص افراد کو فارغ کرنا تاکہ وہ دین کی خدمت کریں، اس کی روشنی چار دانگ عالم میں پھیلائیں، اس کے دشمنوں کی چالوں کو بے اثر کر کے رکھ دیں۔ فرزندان اسلام میں بیداری پیدا کریں اور عیسائی مشن، الحاد اور اباحیت کے طوفان کا مقابلہ کریں من جملہ جہاد فی سبیل اللہ کے ہے اور دین حق کے داعیوں کی معاونت کرنا جن پر خارج سے اسلام دشمن طاقتیں داخلی عناصر۔ مرتد اور سرکش افراد۔ کی مدد سے مسلط ہو جاتی ہیں اور انھیں طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دینے لگتی ہیں۔ ان کی معاونت کرنا تاکہ وہ کفر اور سرکشی کے مقابلہ میں ثابت قدم رہیں سراسر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ زکوٰۃ کے صرف میں ایسے کاموں کو اولین اہمیت دیں کیوں کہ اسلام کے مددگار اللہ کے بعد فرزندانِ اسلام ہی ہیں اور خاص طور سے ایسے دور میں جب کہ اسلام غربت سے دوچار ہے۔

فقہ الزکوٰۃ، ترجمہ از مولانا شمس پیرزادہ۔ ممبئی □□

وہ مسئلہ جو ابھی تک لوگوں کو معلوم نہیں

فجر کی نماز سے فارغ ہو کر میں مسجد کی سیڑھیوں سے اتر رہا تھا کہ ایک بزرگ نے کہا "آپ نے دیکھا نہیں اس آدمی کو" اور پھر میرے جواب کا انتظار کئے بغیر بولے "نماز پڑھ رہا تھا اور کہنیاں یہاں تک کھلی ہوئیں شیطان بھی خوش، رحمان بھی خوش، اللہ بچائے ایسے نمازیوں سے" وہ کہہ رہے تھے اور نفرت اور حقارت ان کے لفظ لفظ سے ٹپک رہی تھی۔

میں نے سوچا ــــ لوگوں کو کہنیاں کھلنے کا "مسئلہ" معلوم ہے۔ مگر یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ ایک مسلمان کے لئے حرام ہے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کا ذکر نفرت کے ساتھ کرے۔

مکتبہ الرسالہ کی کتابیں

آپ

دہلی کے کسی بھی مکتبہ سے

حاصل کر سکتے ہیں

مکتبہ الرسالہ جمعیۃ بلڈنگ قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۱۱۰۰۰۶

مرادآباد، دہلی سے ۱۶۵ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ایک صنعتی شہر ہے۔ ۵ اکتوبر ۱۹۷۸ کی شام کو یہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ ۷ اکتوبر کی شام کو دہلی واپسی ہوئی۔

مرادآباد کی آبادی تقریباً پانچ لاکھ ہے جس میں مسلمان ۵۵ فی صد ہیں۔ یہاں بے روزگاری کا وجود نہیں۔ ہندستان میں اس قسم کے متعدد شہر ہیں جہاں مسلمان نہ صرف تعداد میں کافی ہیں بلکہ معاشی حیثیت سے بھی بہتر حالت میں ہیں۔ اگر وہ سمجھ داری سے کام تو ان مقامات پر وہ ایک قسم کی "شہری ریاست" قائم کر سکتے ہیں۔ مگر عجیب بات ہے کہ زیادہ بہتر پوزیشن میں ہونے کا استعمال ان کے نزدیک صرف یہ ہے کہ زیادہ بڑے پیمانہ پر اس کی بربادی کا مظاہرہ کریں —— بے معنی احساس برتری، سہل انگاری، آپس کے اختلافات، اسراف، مواقع کو احمقانہ طور پر برباد کرنا، لایعنی بحثوں اور مناظروں میں مشغول رہنا، ایسے مقامات پر ان کی زندگی بس اسی قسم کے مشاغل میں گزرتی ہے۔ شادیوں میں بے پناہ دولت برباد کریں گے۔ مگر تعلیمی اداروں کو ترقی دینے سے انھیں کوئی دل چسپی نہ ہوگی۔

مرادآباد اور دوسرے شہروں کے سفر کے بعد راقم الحروف کو ایک تجربہ یہ ہوا کہ ہر جگہ لوگوں نے کچھ خاص مسئلے گھڑ لئے ہیں اور بس اسی کے بحث مباحثہ میں مشغول رہتے ہیں۔ کہیں مذہبی اور اعتقادی جھگڑے ہیں اور کہیں سیاسی اور نظریاتی جھگڑے۔ ساری ذہنی طاقت بس انھیں جھگڑوں میں برباد ہو رہی ہے۔ ان جھگڑوں کے باقی رہنے کی دو بڑی وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے درمیان کثرت سے ایسی تحریکیں اٹھیں جن کا مزاج سیاسی تھا۔ دوسرا دینی تحریکیں وہ ہیں جو اگرچہ غیر سیاسی ہیں مگر گہرائی کے ساتھ اصلاح کی کوشش نہیں کرتیں۔ وہ ان کو ایسے دینی نسخے فراہم کر دیتی ہیں جس میں انھیں اپنی اصل زندگی کو بدلنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیوں کہ وہ دیکھتے ہیں کہ یہاں ان کو دیا سلائی کی ڈبیہ سے بھی زیادہ سستی قیمت پر جنت مل رہی ہے۔

۶ اکتوبر کو وارث منزل (طویلہ اسٹریٹ) میں ایک اجتماع ہوا جس میں شہر کے سنجیدہ اور تعلیم یافتہ حضرات شریک ہوئے۔ میں نے اپنی تقریر میں دو باتوں پر زور دیا، ایک، دین کو قرآن و سنت سے اخذ کرنا۔ دوسرے، وقت کے حالات کا گہرا جائزہ لے کر اپنے عمل کی منصوبہ بندی کرنا۔ اس اجتماع کے علاوہ قیام گاہ پر تقریباً ہر وقت لوگ آتے رہے اور ان سے دینی موضوعات پر گفتگو جاری رہی۔ میں نے خصوصیت سے آخرت پسندانہ طرز فکر پر زور دیا۔ ایک صاحب نے آخر میں فرمایا: "آپ آخرت کی بات کرتے ہیں، یہاں تو لوگوں کو اس کا یقین بھی نہیں کہ کل انھیں مرنا ہے۔"

تاہم مرادآباد میں کچھ ایسے دردمند مسلمان بھی ملے جو صورت حال کا واقعی احساس رکھتے ہیں اور اگر انھوں نے وقت کے فتنوں سے بچ کر اپنی صلاحیت کو تعمیری انداز پر لگانے کی کوشش کی تو انشاء اللہ مستقبل قریب میں مفید نتائج برآمد ہوں گے —— الرسالہ مرادآباد میں ایک سو سے زیادہ تعداد میں جا رہا ہے۔ ایک شخص نے کہا: فلاں شمارہ میں نے پڑھا تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور رات بھر نیند نہیں آئی۔ الرسالہ میں کچھ لوگوں کو "ضلالت" نظر آ رہی ہے اور کچھ لوگوں کو اس سے "ہدایت" مل رہی ہے۔ یہ بات بھی کیسی عجیب ہے۔

بہتر اخلاق یہ ہے کہ غصہ نہ کرے

ابوالعلاء بن الشخیر نے روایت کیا ہے۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سامنے سے آیا اور کہا: اے خدا کے رسول! کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اخلاق۔ پھر وہ دائیں سے آیا اور پوچھا: اے خدا کے رسول! کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اخلاق۔ پھر وہ بائیں سے آیا اور پوچھا اے خدا کے رسول! کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اخلاق۔ پھر وہ پیچھے سے آیا اور پوچھا اے خدا کے رسول! کون سا عمل افضل ہے۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

مالک لا تفقہ حسن الخلق۔ ھو ان لا تغضب ان استطعت (محمد بن نصر المروزی، کتاب الصلاۃ)

تم کو کیا ہو گیا کہ تم اچھے اخلاق کو نہیں سمجھتے۔ وہ یہ ہے کہ اگر تم سے ہو سکے تو تم غصہ نہ کرو

جنت میں پہنچانے والے اعمال

طبرانی نے حمید طویل سے روایت کی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ کچھ لوگ ان کی عیادت کے لئے آئے۔ آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا: ہمارے ساتھیوں کے لئے کچھ لاؤ۔ اگرچہ روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

مکارم الاخلاق من اعمال الجنۃ (الترغیب والترہیب جلد ۳) اچھے اخلاق جنت کے اعمال میں سے ہیں۔

سب کے ساتھ رحم کا برتاؤ

سہیل بن عمرو کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام سے گزرے تو آپ نے ایک اونٹ کو دیکھا جس کا پیٹ اس کی پیٹھ سے لگ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

اتقوا اللہ فی ھٰذہ البھائم المعجمۃ۔ فارکبوھا صالحۃ وکلوھا صالحۃ (ابوداؤد)

ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر صالح طریقہ سے سواری کرو اور ان کو صالح طریقہ سے کھلاؤ۔

داعی کا اخلاق کیسا ہوتا ہے

عمرو بن المرہ الجہنی رضی نے سنا کہ مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہوا ہے۔ وہ اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ آپ نے فرمایا: "اے عمرو بن مرہ! میں خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں تمام انسانوں کی طرف۔ ان کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ ان کو یہ تعلیم دیتا ہوں کہ خون نہ بہاؤ، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرو۔ ایک اللہ کی عبادت کرو، بتوں کو چھوڑ دو، بیت اللہ کا حج کرو، رمضان کے مہینے کے روزے رکھو۔ جس نے ان باتوں کو مان لیا اس کے لئے جنت ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ اے عمرو! ایمان لاؤ، اللہ تم کو جہنم کی ہولناکیوں سے بچائے گا"

عمرو بن مرۃ پہلی ہی ملاقات میں متاثر ہو گئے اور کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ آمنت بکل ماجئت بہ من حلال وحرام وان رغم ذلک کثیر من الاقوام (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں ہر اس حلال وحرام پر ایمان لایا جس کو آپ لے کر آئے ہیں۔ خواہ بہت سے لوگوں کو یہ بات

بعاگئے) پھر انھوں نے کہا : اے خدا کے رسول! مجھ کو میری قوم کی طرف بھیج دیجئے۔ شاید اللہ میرے ذریعہ سے ان پر احسان کرے جس طرح اس نے آپ کے ذریعہ میرے اوپر احسان کیا ہے۔ آپ نے ان الفاظ میں نصیحت کرتے ہوئے ان کو روانہ کیا:

علیک بالرفق والقول السدید ولا تکن فظا ولا متکبرا ولا حسودا (کنز العمال)

ہمیشہ نرمی اختیار کرنا، سیدھی بات کہنا، تند خو مت بننا، تکبر اور حسد نہ کرنا۔

چار اہم ترین نصیحتیں

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ دن تک روزانہ مجھ سے کہتے رہے "اے ابوذر! خوب سمجھ لو جو تم سے کہا جانے والا ہے"۔ جب ساتواں دن آیا تو آپ نے فرمایا:

اوصیک بتقوی اللہ فی سر امرک وعلانیتہ، واذا اسأت فاحسن، ولا تسئلن احدا شیئا وان سقط سوطک، ولا تقبضن امانۃ (الترغیب والترہیب جلد۲)

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈرنے کی۔ اور جب تم سے کوئی برائی ہو جائے تو اس کے بعد بھلائی کرو کسی سے کوئی چیز نہ مانگو خواہ تمھارا کوڑا گر گیا ہو۔ اور کسی کی امانت پر قبضہ مت کرنا۔

انسان کے ساتھ رعایت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگ اس کو مارنے کے لئے دوڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو منع کیا اور فرمایا:

دعوہ واریقوا علیٰ بولہ سجلا من الماء او ذنوبا من ماء۔ فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین (بخاری)

اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول لے کر ڈال دو۔ کیوں کہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

جو دھوکہ دے وہ مسلمانوں میں سے نہیں

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص غلہ کا ڈھیر لگائے ہوئے اس کو فروخت کر رہا ہے۔ آپ نے غلّہ کے ڈھیر میں اپنا ہاتھ ڈالا تو آپ کی انگلیاں تر ہو گئیں۔ آپ نے غلّہ کے مالک سے کہا کہ اس میں یہ تری کیسی ہے۔ اس نے کہا کہ بارش میں بھیگ گیا۔ آپ نے فرمایا:

افلا جعلتہ فوق الطعام حتیٰ یراہ الناس۔ من غشّنا فلیس منا (متفق علیہ)

تم نے اس بھیگے ہوئے کو اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ دیکھ لیتے۔ یاد رکھو جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

صحابی کا سب سے زیادہ محبوب عمل

ابونعیم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے کہا:

لان اعول اھل بیت من المسلمین شھرا او جمعۃ او ماشاء اللہ احب الی من حجۃ بعد حجۃ۔ ولطبق

اگر میں مسلمانوں میں سے کسی کے گھر کی خبرگیری کروں، ایک مہینہ یا ایک ہفتہ تک تو یہ مجھ کو حج پر حج کرنے سے

هذا انق اهدیه الی اخ لی فی الله عزوجل احب الی من دینار انفقه فی سبیل الله عزوجل (حلیۃ الاولیاء جلد ۱)

زیادہ محبوب ہے۔ اگر میں ایک طبق دانق (پیسے) اپنے بھائی کو ہدیہ کروں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک طبق دینار فی سبیل اللہ خرچ کروں۔

بے فائدہ بات نہ کرنا ، کسی کا برا نہ چاہنا

زید بن اسلم کہتے ہیں۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ لوگ ان کے پاس آئے۔ وہ بیمار تھے مگر ان کا چہرہ چمک رہا تھا، لوگوں نے پوچھا: کیا بات ہے کہ آپ کا چہرہ اس قدر چمک رہا ہے۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

ما من عملی شیئ اوثق عندی من اثنتین۔ اما احدھما فکنت لا اتکلم فیما لا یعنینی۔ واما الاخری فکان قلبی للمسلمین سلیما (ابن سعد جلد ۳)

میرے عمل میں میرے نزدیک دو چیزیں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ ایک یہ کہ میں بے فائدہ بات نہیں کرتا تھا۔ دوسرے یہ کہ میرا دل مسلمانوں کی طرف سے ہمیشہ صاف رہا۔

اسلام میں نزاکت احساس

عبداللہ بن عباس رضؓ کہتے ہیں۔ ایک شخص نے ذبح کی غرض سے ایک بکری کو پہلو کے بل لٹا رکھا تھا اور اپنی چھری تیز کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا:

اترید ان تمیتھا موتتین۔ ھلا احددت شفرتک قبل ان تضجعھا (طبرانی، احمد)

کیا تم بکری کو دو موت مارنا چاہتے ہو۔ تم نے اس کو پہلو کے بل لٹانے سے پہلے اپنی چھری کیوں نہ تیز کر لی۔

خادم کی کوتاہیوں پر اس کو معاف کرنا

عبداللہ بن عمر رضؓ کہتے ہیں۔ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا: "اے خدا کے رسول! اپنے خادم کو میں روزانہ کتنی بار معاف کروں۔ آپ نے فرمایا: سبعین مرۃ (ستر بار معاف کرو، ترمذی، ابوداؤد)

کسی انسان کے ساتھ وحشیانہ سلوک جائز نہیں

غزوۂ بدر کے بعد جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں ایک شخص سہیل بن عمرو تھا۔ یہ قریش کا بہت مشہور خطیب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہایت سخت تقریریں کیا کرتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس شخص کے اگلے دو دانت توڑ دوں، تاکہ آئندہ یہ اسلام کے خلاف تقریریں نہ کر سکے۔ آپ نے کہا:

لا امثل بہ فیمثل اللہ بی وان کنت نبیا (من اخلاق النبی)

میں اس کا چہرہ نہیں بگاڑوں گا ورنہ اللہ میرا بھی چہرہ بگاڑ دے گا۔ اگرچہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

اجرت ادا کرنے میں دیر نہ کرو

ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ

مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ سوکھنے سے پہلے دے دو

برائی کرنے والے کے حق میں اچھی دعا کرو

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شرابی کو لایا گیا۔ آپ کے حکم سے اس کو کوڑے مارے گئے۔ جب وہ چلا گیا تو کچھ لوگوں نے کہا: اے اللہ اس شخص کو رسوا کر۔ اے اللہ! اس شخص پر لعنت کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقولوا هكذا ولا تكونوا للشيطان على اخيكم۔ ولكن قولوا اللهم اغفر له اللهم اهده (ابن جریر)

اس طرح مت کہو اور اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے ساتھی نہ بنو۔ بلکہ اس طرح کہو: اے اللہ اس کو معاف فرما۔ اے اللہ اس کو ہدایت دے۔

مسلمان کو لعنت کرنا بہت بڑا گناہ ہے

طبرانی نے سلمہ بن اکوع رض سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب ہم کسی کو دیکھتے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی پر لعنت بھیج رہا ہے تو ہم سمجھتے تھے کہ وہ بڑے گناہوں کے دروازہ میں سے ایک دروازہ میں داخل ہوگیا ہے (كنا اذا رأينا الرجل يلعن اخاه رأينا ان قد اتى بابا من ابواب الكبائر)

مومن کو حقیر سمجھنا بے دینی تک لے جاسکتا ہے

عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حج میں تھے۔ آپ نے عرفات سے کوچ کرنے میں اسامہ بن زید رض کی وجہ سے دیر کردی۔ آپ ان کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک لڑکا آیا جو کالے رنگ اور چپٹی ناک والا تھا۔ اہل یمن جو آپ کے ساتھ تھے، یہ دیکھ کر بولے:

انما حبسنا من اجل هذا (ابن سعد جلد ۴)

اسی کی وجہ سے ہم روکے گئے تھے

عروہ رض کہتے ہیں کہ اہل یمن اپنے اسی قول کی وجہ سے کافر ہوئے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون سے پوچھا عروہ رض کے اس قول کا کیا مطلب تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اہل یمن کا مرتد ہونا۔

اولاد کسی آدمی کی سب سے بڑی کمزوری ہے

بزار نے اسود بن خلف رض سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رض کو اٹھایا اور ان کا بوسہ لیا۔ پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

ان الولد مبخلة مجهلة مجبنة (ہیثمی جلد ۸)

لڑکا آدمی کو بخیل بناتا ہے، نادانی کے کام کراتا ہے، بزدل بنا دیتا ہے۔

طبرانی نے عبداللہ بن عمر سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

قاتل الله الشيطان ان الولد فتنة

اللہ شیطان کو ہلاک کرے۔ بے شک اولاد آدمی کیلئے فتنہ ہے۔

گھریلو معاملات میں گھر کے بڑے کا کردار

بیہقی نے حسن بن علی رض سے روایت کیا ہے۔ عمر بن خطاب رض، اللہ عنہ نے حضرت علی رض کی صاحبزادی ام کلثوم

سے نکاح کا پیغام دیا جو آپ سے عمر میں بہت چھوٹی تھیں۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں حسن اور حسین سے کہا کہ اپنے چچا کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کا انتظام کرو۔ دونوں نے کہا:

ھی امرأۃ من النساء تختار لنفسھا (کنز العمال جلد ۸) — وہ عورتوں میں سے ایک عورت ہے۔ اس کو اپنی ذات کے بارے میں اختیار ہے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ سن کر غصہ ہو گئے اور اٹھ کر جانے لگے۔ حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا: "اے باپ! آپ کی جدائی کو میں برداشت نہیں کر سکتا۔" پھر دونوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔

کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو حقیر نہ سمجھے

حسن بن ابی طالب رض کہتے ہیں۔ مسلمانوں کی ایک جماعت ابوموسیٰ اشعری رض کے پاس آئی جو خلافت فاروقی میں گورنر کے عہدہ پر تھے۔ ابوموسیٰ اشعری رض نے عربوں کو عطیے دیئے اور ان کے ساتھ جو عجمی تھے ان کو چھوڑ دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رض کو لکھا:

الا سویت بینھم۔ بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم (کنز العمال جلد ۲) — تم نے دونوں کے درمیان برابری کیوں نہ کی۔ آدمی کے برا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

مسلمان بھائی کو گھبراہٹ میں ڈالنا جائز نہیں

طبرانی نے سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کے پاس ایک سینگ تھی۔ کچھ لوگوں نے اس کی سینگ لے کر چھپا دی۔ نماز ختم ہوئی تو اعرابی سینگ نہ پاکر گھبرا گیا۔ اس نے کہا: میری سینگ کیا ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یروعن مسلما (ہیثمی جلد ۶) — جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز کسی مسلمان کو نہ ڈرائے۔

نکاح — دعوت ناموں کی تقسیم کے بغیر

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف رض ہجرت کرکے مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مواخاۃ سعد بن ربیع انصاری رض سے کرائی۔ سعد رض نے عبدالرحمٰن بن عوف رض سے کہا: اے میرے بھائی! میں اہلِ مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میرے مال کو دیکھ کر تم اس میں سے آدھا مال لے لو۔ میری دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے جو تم کو پسند ہو اس کو میں طلاق دے دوں اور تم اس سے نکاح کر لو۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی نے کہا: اللہ تمھارے اہل اور مال میں برکت دے۔ مجھے تم بازار کا راستہ بتا دو۔ انھوں نے تجارت شروع کر دی اور بہت نفع کمایا۔

کچھ دنوں بعد ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ان کے کپڑے پر زعفران کا اثر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمانی زبان میں فرمایا مَھْیَم (یہ کیا) انھوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا، کتنا مہر مقرر کیا۔ انھوں نے کہا، ایک گٹھلی کے وزن کے برابر سونا۔ آپ نے فرمایا:

اولم ولو بشاة (احمد) ولیمہ کرد اگرچہ ایک بکری سے۔

گھر کی ذمہ داریوں کو ادا کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے کم نہیں

طبرانی اور بزار نے عبداللہ بن عباس رض سے نقل کیا ہے۔ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا: اے خدا کے رسول! میں عورتوں کی طرف سے قاصد بن کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ ان عورتوں میں سے ہر عورت، خواہ آپ اس کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، آپ کے پاس آکر یہ سوال پوچھنا چاہتی ہے۔ اللہ مردوں کا رب ہے اور عورتوں کا بھی۔ وہ دونوں کا الہٰ ہے۔ آپ مردوں کے بھی رسول ہیں اور عورتوں کے بھی۔ اللہ نے مردوں کے لئے جہاد رکھا ہے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہوتے ہیں تو اجر پاتے ہیں۔ اور اگر مارے جاتے ہیں تو اللہ کے یہاں زندہ ہو کر رزق حاصل کرتے ہیں۔ پھر ہم عورتوں کے لئے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

ان طاعة الزوج واعترافا بحقه يعدل ذلك، وقليل منكن من يفعله (الترغیب والترہیب)

شوہر کی فرماں برداری اور اس کے حقوق کا پہچاننا تمھارے لئے جہاد کے برابر ہے۔ اگرچہ عورتوں میں بہت کم ہیں جو ایسا کرتی ہوں۔

دوسروں کو تکلیف دینے سے پرہیز

مالک نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر ایک عورت کو دیکھا۔ وہ کوڑھ کی بیماری میں مبتلا تھی اور بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی۔ آپ نے اس سے کہا:

يا امة الله لا توذى الناس لو جلست فى بيتك

اے اللہ کی بندی۔ لوگوں کو تکلیف نہ دے۔ بہتر ہے کہ تو اپنے گھر میں بیٹھے۔

وہ عورت گھر میں بیٹھ گئی۔ کچھ عرصہ بعد ایک آدمی کا اس مجذومہ عورت پر گزر ہوا۔ اس نے کہا: وہ خلیفہ جنھوں نے تجھ کو طواف سے منع کیا تھا وہ وفات پا گئے۔ اب تو گھر سے نکل۔ خاتون نے جواب دیا:

ماكنت لا طيعه حيا واعصيه ميتا (کنز العمال جلد ۳)

میں ایسی نہیں کہ زندگی میں ان کی اطاعت کروں اور مرنے کے بعد ان کی نافرمانی کروں۔

گھر میں داخلہ کے لئے اجازت طلب کرنے کے آداب

طبرانی نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ علی ابن طالب رضی اللہ عنہ آئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے بہت آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا (فدق الباب دقا خفیفا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے لئے دروازہ کھول دو — طبرانی نے ایک اور روایت میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آئے انھوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور دروازہ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ کنارے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر کچھ دیر میں اندر بلایا اور فرمایا: هل الاستئذان الا من اجل النظر (اجازت طلب کرنا دیکھنے سے بچنے ہی کے لئے تو ہے)

دسترخوان پر کس کو بلایا جائے

ابن سعد نے معن سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی کھانا تیار کرتے اور ان کے پاس سے کوئی حیثیت والا آدمی گزرتا تو اس کو نہ بلاتے۔ البتہ ان کے لڑکے اور بھتیجے اس کو بلاتے۔ اور جب کوئی مسکین آدمی گزرتا تو عبداللہ بن عمرؓ اس کو بلاتے۔ مگر ان کے لڑکے اور بھتیجے اس کو نہ بلاتے۔ انھوں نے فرمایا:

یدعون من لا یشتھیہ ویدعون من یشتھیہ — یہ لوگ اس کو بلاتے ہیں جو خواہش نہیں رکھتا۔ اور جس کو خواہش ہے، اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

گھر والوں کی خواہش پر چلنا دینی مزاج کے خلاف

بیہقی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی اور میں نے ایک درہم کا گوشت خریدا تھا اور اس کو لے کر گھر جا رہا تھا۔ انھوں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے کہا:

قرم اھلی فابتعت لھم لحما بدرھم (الترغیب والترہیب جلد ۳) — میرے گھر والوں کی بڑھی ہوئی خواہش ہے۔ میں نے ان کے لئے ایک درہم کا گوشت خریدا ہے۔

یہ سن کر عمرؓ میرے لفظ (قرم اھلی) کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ تمنا ہوئی کہ یہ درہم مجھ سے کہیں گر جاتا، یا عمر رضی اللہ سے میری ملاقات نہ ہوتی۔ بیہقی کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے گھر والوں کے لئے ایک درہم کا گوشت خریدا ہے۔ اس کے کھانے کی انھیں بہت خواہش ہوئی ہے۔ عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا:

اکلما اشتھیتم شیئا اشتریتموہ — کیا جب بھی تم کو کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے تو تم اس کو خرید لیتے ہو۔

یہ آیت تم سے کہاں چلی گئی: اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا (احقاف)

خواہش پر قابو رکھنا مسلمان کے لئے ضروری ہے

احمد اور عبدالرزاق اور ابن عساکر نے حسن بن علی رضؓ نے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے لڑکے عبداللہ رضؓ کے گھر میں داخل ہوئے۔ ان کے یہاں گوشت آیا ہوا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیسا گوشت ہے۔ صاحبزادہ نے جواب دیا: آج مجھ کو اس کے کھانے کی خواہش ہوئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دکلما اشتھیت شیئا اکلتہ۔ کفی بالمرء سرفا ان یاکل کل ما اشتھاہ (منتخب الکنز جلد ۴) — جب بھی تم کو کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے تو تم اس کو کھاتے ہو۔ آدمی کے اسراف کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جس چیز کی خواہش پیدا ہو اس کو کھائے۔

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے قطع تعلق اس کو قتل کرنے کے برابر ہے

عن ابی خراش السلمی رضی اللہ عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من ھجر اخاہ سنۃ فھو کسفک دمہ — نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی سے ایک سال تک جدائی رکھی تو یہ اس کا خون بہانے کی مانند ہے۔ (ابوداؤد)

ایسے مسئلہ میں نہ پڑو جس سے نمٹنے کی طاقت نہ ہو

جرار نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حجاج نے خطبہ دیا اور ایسی بات کہی جو مجھے ٹھیک معلوم نہ ہوئی (فذکر کلاماً انکرتہ) میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کا رد کروں۔ مگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول یاد آگیا جس کی وجہ سے میں چپ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا: لا ینبغی للمومن ان یذل نفسہ (مومن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے) میں نے پوچھا: اے خدا کے رسول! کوئی مومن کیسے اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ایسی چیز سے مقابلہ چھیڑ دے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو ــــــ (یتعرض من البلاء لمالا یطیق)

چھوٹے شر پر راضی نہ ہونے والے کو بڑے شر پر راضی ہونا پڑتا ہے

طبرانی نے ابو جعفر خطمی سے نقل کیا ہے۔ ان کے دادا عمیر بن حبیب بن حماشہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: نادانوں کی صحبت سے بچو اور نادانوں کی طرف سے ڈالی ہوئی تکلیفوں کو برداشت کرو۔ کیوں کہ جو شخص نادان کے چھوٹے شر پر راضی نہیں ہوگا اس کو نادان کے زیادہ بڑے شر پر راضی ہونا پڑے گا ــــــ (ومن لا یرضی بالقلیل مما یاتی بہ السفیہ یرضی بالکثیر)

ٹکراؤ کی حالت ختم کرنے کے لئے ہر قیمت پر صلح کرلی

صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا جانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالبؓ سے کہا: لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سہیل بن عمرو اس وقت قریش کے نمائندہ تھے، انھوں نے کہا: خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ "رحمن" کیا ہے! آپ تو ہمارے معروف طریقہ کے مطابق باسمک اللّٰھم لکھئے۔ مسلمانوں نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لکھو: باسمک اللّٰھم۔ پھر آپ نے کہا: لکھو "یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ نے طے کیا"۔ سہیل بن عمرو نے دوبارہ کہا: خدا کی قسم اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو ہرگز نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے۔ مسلمانوں کو یہ بات بھی سخت ناگوار ہوئی۔ مگر آپ نے کاتب کو حکم دیا کہ لکھو: "محمد بن عبداللہ"۔ اس سے پہلے محمد رسول اللہ کا لفظ لکھا جاچکا تھا۔ علی بن ابی طالبؓ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹانے پر تیار نہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے اس کو مٹایا۔ پھر آپ نے کہا کہ لکھو: "قریش ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان سے ہٹ جائیں گے تاکہ ہم اس کا طواف کرسکیں"۔ سہیل بن عمرو نے کہا: "نہیں۔ اس وقت آپ واپس جائیں اور اگلے سال آکر طواف کریں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی مان لیا۔ پھر سہیل بن عمرو نے یہ شرط کی کہ قریش کا کوئی آدمی مسلمان ہوکر مدینہ جائے تو اس کو مسلمان لوٹا دیں گے۔ اور اگر مدینہ کا کوئی مسلمان قریش کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اس کو واپس نہیں کریں گے"۔ اس پر مسلمان بے حد مشتعل ہوگئے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی مان لیا۔ آپ نے قریش کی تمام شرطوں کو مان کر ان سے دس سال کے لئے ناجنگ معاہدہ کرلیا۔ (بخاری ومسلم)

اسباب کے قانون سے پیغمبر کی اولاد بھی مستثنیٰ نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا آپ کی ہجرت کے بعد مکہ میں رہ گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا کہ وہ حضرت زینب کو مکہ سے مدینہ لے آئیں۔ وہ مکہ گئے اور حضرت زینب کو اونٹ پر بٹھا کر روانہ ہوئے۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قریش کے دو آدمیوں نے ان کا پیچھا کیا اور مکہ سے کچھ فاصلہ پر ان کو پکڑ لیا، یہ دونوں آدمی زید بن حارثہ رضی سے لڑے اور ان پر غالب آگئے۔ پھر ان دونوں نے حضرت زینب کی سواری کو بدکایا۔ وہ اونٹ سے گر پڑیں۔ حضرت زینب کو اس وقت حمل تھا۔ ان کو اسقاط ہوگیا اور خون بہنے لگا۔ اس کے بعد لوگ ان کو ابوسفیان کے مکان پر لے گئے۔ وہاں بنی ہاشم کی عورتیں آئیں اور ابوسفیان نے ان کو ان عورتوں کے حوالے کر دیا۔ کچھ دن کے بعد وہ ہجرت کرکے مدینہ پہنچیں۔ مگر اس حادثہ نے انھیں مستقل مریض بنا دیا، حتیٰ کہ اسی میں انتقال ہوگیا (فلم تزل وجعة حتیٰ ماتت من ذلك الوجع، طبرانی)

نازک موقع پر حکیمانہ جواب

ہجرت کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ غار ثور میں تین رات رہے۔ اس کے بعد نکلے اور معروف راستہ کو چھوڑ کر سمندر کے کنارے کا راستہ اختیار کیا۔ دونوں دو اونٹوں پر سوار تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی آپ کے آگے چلتے اور کبھی آپ کے پیچھے۔ آپ نے پوچھا "ابوبکر تمھیں کیا ہوا کہ تم کبھی آگے چلتے ہو اور کبھی پیچھے"۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "جب مجھے تعاقب کرنے والوں کا خیال ہوتا ہے تو میں آپ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں اور جب گھات میں بیٹھنے والوں کو سوچتا ہوں تو آپ کے آگے چلنے لگتا ہوں" ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے تجارتی تعلقات اور تجارتی سفروں کی وجہ سے لوگوں میں معروف تھے، راستہ میں کوئی جاننے والا مل جاتا جو پوچھتا کہ یہ تمھارے ساتھ کون ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کو مختصر جواب دیتے: ھادٍ یھدینی (ایک رہبر جو مجھ کو راستہ بتاتا ہے۔ طبرانی)

دنیا دے کر آخرت کا سفر جاری رکھنا

صہیب رومی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مکہ سے ہجرت کی۔ وہ مکہ میں لوہاری کا کام کرتے تھے۔ وہ مکہ سے روانہ ہوئے تو قریش کے کچھ لوگوں نے ان کا پیچھا کیا اور راستہ میں انکو پکڑ لیا۔ انھوں نے کہا: "صہیب! تم ہمارے یہاں ایسی حالت میں آئے کہ تمھارے پاس کچھ مال نہ تھا۔ اب تم بھی جاؤ گے اور اپنا مال بھی لے جاؤ گے۔ خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوسکتا"۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر میں اپنا مال تم کو دے دوں تو کیا تم میرا پیچھا چھوڑ دو گے۔ انھوں نے کہا ہاں۔ صہیب رضی اللہ عنہ کے پاس چند اوقیہ سونا تھا۔ انھوں نے یہ سونا ان کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد وہ ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ صہیب رومی رضی مدینہ پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

صہیب کی تجارت کامیاب رہی، صہیب کی تجارت کامیاب رہی (ربح صھیب ربح صھیب، تفسیر ابن کثیر جلد اول)

پسپائی میں بھی نئے اقدام کا راز ہوتا ہے

مؤتہ موجودہ اردن کی ایک بستی ہے۔ اسی مقام پر ۸ھ میں غزوۂ موتہ واقع ہوا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور رومی فوج میں ایک لاکھ مسلح افراد تھے۔ جنگ ہوئی تو ایک کے بعد ایک تین سردار (زید بن حارثہ، جعفر طیار، عبداللہ بن رواحہ) شہید ہوگئے۔ اس کے بعد خالد بن ولید مسلمانوں کی فوج کے سردار مقرر ہوئے۔ انھوں نے نئی فوجی تدبیر سے حملے کئے اور رومیوں پر رعب طاری کر دیا۔ وہ میدان جنگ سے پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت خالدؓ نے اس کے بعد آگے بڑھنا مصلحت کے خلاف سمجھا اور ایک ہزار بچی ہوئی فوج کو لے کر مدینہ واپس آگئے۔ مدینہ میں کچھ مسلمانوں نے ان کی طرف خاک پھینکی اور کہا: یا فرار! فررتم فی سبیل اللہ (اے بھاگنے والو! تم اللہ کے راستے سے بھاگے ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا: وہ بھاگنے والے نہیں ہیں۔ انشاءاللہ وہ حملہ کرنے والے ہیں۔ (لیسوا بالفرار ولکنھم الکرار انشاء اللہ تعالیٰ، رواہ احمد بن حنبل)

اسلام میں علم کی اہمیت

بدر کی جنگ میں ستر مشرکین گرفتار ہوئے۔ ان میں سے جو لوگ فدیہ نہیں دے سکتے تھے، ان کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ وہ انصار میں سے دس آدمیوں کو لکھنا سکھا دیں۔ زید بن ثابت انصاری نے اسی طریقہ پر کتابت سیکھی۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب مقرر ہوئے اور انھوں نے بڑی عمر میں کئی اور زبانیں سیکھیں۔ وہ چھ زبانیں جانتے تھے۔

غصہ کا علاج یہ ہے کہ غصہ کے وقت چپ ہو جائے

امام احمد نے عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو جب غصہ آئے تو وہ چپ ہو جائے۔ آپ نے یہ جملہ تین بار فرمایا (اذا غضب احدکم فلیسکت، قالہا ثلاثا)

معاملات میں حکمت کا طریقہ اختیار کرنا

فتح مکہ کے موقع پر انصار کے دستہ کے سردار سعد بن عبادہ رضؓ تھے۔ جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے بلند آواز سے کہا: آج گھمسان کا دن ہے۔ آج حرمت حلال کی جائے گی۔ آج اللہ نے قریش کو نیچا کر دیا۔" ابوسفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ سعد بن عبادہ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن کر فرمایا: نہیں، آج کا دن رحمت کا دن ہے۔ آج اللہ قریش کو عزت دے گا۔ آج اللہ کعبہ کو عظمت دے گا۔ (بل الیوم یوم المرحمة الیوم یعز اللہ قریشا ویعظم اللہ الکعبة، فتح الباری، جلد ۸، صفحہ ۷)

اس کے بعد آپ نے سعد بن عبادہ سے انصار کے دستہ کا جھنڈا لے لیا اور اس کو ان کے بیٹے قیس کو دے دیا۔ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کو کوئی احساس نہیں ہوا۔ کیوں کہ انھوں نے دیکھا کہ جھنڈا اب بھی انھیں کے لڑکے کے ہاتھ میں ہے (ورأی ان اللواء لم یخرج عن سعد اذ صار الی ابنہ، زاد المعاد)

دین میں تنگی نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

جب بھی دو چیزوں میں سے ایک کو لینا ہوتا تو آپ ہمیشہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کرتے۔ اور اگر وہ گناہ کی بات ہوتی تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے (ماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امرین قط الا اختار ایسرھما، مالم یکن اثما۔ فان کان اثما کان ابعد الناس، مسلم)

ناکافی تیاری کے ساتھ اقدام سے پرہیز

خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے جہاد کا ارادہ کیا تو صحابہ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ مختلف لوگوں نے اپنی اپنی رائیں دیں۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے کہا "اے خلیفۂ رسول! ہم آپ کی مخالفت کرنے والے نہیں ہیں اور نہ آپس میں اختلاف کرنے والے ہیں۔ جب آپ نکلنے کے لئے کہیں گے تو ہم نکل پڑیں گے اور جب حکم دیں گے تو ہم اس کی اطاعت کریں گے"۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی باتوں سے خوش ہوئے۔ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ رومیوں سے جہاد کے لئے نکلیں۔ لوگ جمع ہونا شروع ہوئے، یہاں تک کہ بڑی تعداد جمع ہو گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک روز لشکر گاہ میں آئے۔ آپ کے ہمراہ دوسرے کئی اصحاب تھے۔ جمع ہونے والوں کی تعداد اگرچہ کم نہیں تھی۔ مگر رومیوں سے مقابلہ کے لئے آپ کو وہ کم نظر آئی۔ آپ نے دوبارہ مشورہ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس تعداد کو رومیوں سے مقابلہ کے لئے کافی نہیں سمجھتا (ما ارضی ھذہ العدۃ لجموع بنی الاصفر کنزالعمال جلد ۳) چنانچہ کوچ کو روک کر یمن خط لکھا گیا تاکہ ان کی مدد سے تیاری مکمل کی جائے۔

فریق مخالف سے وہی مطالبہ کرنا جو اس کے لئے قابل قبول ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کی طرف اپنا مکتوب روانہ کیا تو انھوں نے باہم مشورہ کیا اور تین آدمیوں کا وفد مدینہ روانہ کیا تاکہ وہ تحقیق حال کرے۔ یہ شرحبیل بن وداعہ، عبداللہ بن شرحبیل اور جبار بن فیض تھے۔ یہ لوگ مدینہ پہنچے اور حالات کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد شرحبیل نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ معاملہ بہت سخت ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ شخص واقعی پیغمبر ہے اور ہم اس کی بات کو رد کر دیتے ہیں تو تمام عرب میں ہم پہلے لوگ ہوں گے جو اس کی نظروں میں کھٹکیں گے۔ وہ اور ان کے ساتھی ہم کو کبھی معاف نہ کریں گے"۔ دونوں ساتھیوں نے کہا: پھر تمھاری کیا رائے ہے۔ شرحبیل نے کہا: میرا خیال ہے کہ میں ان سے مصالحت کی بات کروں کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے آدمی ہیں جو کبھی زیادہ بڑی چیز کا حکم نہیں دیتے۔ (اری ان اکلمہ فانی اری رجلا لا یحکم شططا ابدا، البدایہ والنہایہ، جلد ۵، صفحہ ۵۵)

لوگوں کے ساتھ نرمی اور برداشت کا رویہ اختیار کرو

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگ اس کو مارنے کے لئے دوڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو منع فرمایا اور کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ البتہ جہاں اس نے پیشاب کیا ہے وہاں پانی کا ایک ڈول بہا دو تاکہ صفائی ہو جائے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم سختی کے لئے نہیں بھیجے گئے ہو، تم اس لئے بھیجے گئے ہو کہ آسانی پیدا کرو۔ (انما بُعثتم مُیَسّرین ولم تبعثوا مُعسّرین، بخاری)

معاملات میں باقاعدگی

ابن سعد اور بیہقی نے ابو ہریرہ رض سے نقل کیا ہے۔ وہ ابوموسی اشعری رض کے یہاں سے آٹھ لاکھ درہم لے کر مدینہ آئے۔ صبح کی نماز کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: رات میرے پاس وہ مال آیا ہے کہ ابتدائے اسلام سے اب تک اتنا مال کبھی نہیں آیا۔ میری رائے ہے کہ میں اس کو کیل سے ناپ ناپ کر لوگوں میں تقسیم کردوں۔ اس معاملہ میں تم لوگ اپنی رائے دو (فاشیروا علیّ) عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا خیال ہے کہ تمام لوگوں کے لئے مال کثیر کی ضرورت ہوگی اگر لوگوں کا شمار نہ کیا جائے جس سے یہ پہچان ہو جائے کہ کس نے لیا اور کس نے نہیں لیا تو اندیشہ ہے کہ یہ کام منتشر ہو جائے۔ (اری مالاً کثیرا یسع الناس وان لم یحصوا حتی یعرف من اخذ ممن لم یاخذ خشیة ان ینتشر الامر) یہ سن کر ولید بن ہشام بن مغیرہ نے کہا: اے امیر المومنین، میں ملک شام گیا، وہاں کے بادشاہوں کو میں نے دیکھا کہ انھوں نے رجسٹر بنائے ہیں اور اس کام پر کارندے مقرر کئے ہیں۔ اس لئے آپ بھی رجسٹر اور کارندے مقرر کیجئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کو مان لیا اور عقیل بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل، جبیر بن مطعم کو رجسٹر تیار کرنے پر متعین فرمایا۔ (طبقات ابن سعد، جلد ۳، صفحہ ۲۱۶)

چپ رہنا سیکھو جس طرح تم بولنا سیکھتے ہو

ابن عساکر نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: تم چپ رہنے کو اسی طرح سیکھو جس طرح تم بولنے کو سیکھتے ہو۔ کیوں کہ چپ رہنا بہت بڑی بردباری ہے۔ اور بات کرنے سے زیادہ سننے کے حریص بن جاؤ۔ کسی ایسی چیز کے بارے میں بات نہ کرو جو تمھارے لئے بے فائدہ ہو۔ تعجب کے بغیر ہنسنے والا نہ بن اور ضرورت کے بغیر چلنے والا نہ بن۔ (تعلموا الصمت کما تعلمون الکلام فان الصمت حلم عظیم وکن الی ان تسمع احرص منك الی ان تتکلم ولا تتکلم فی شیء لا یعنیك ولا تکن مضحاکا من غیر عجب ولا مشاء الی غیر ارب، کنزالعمال جلد ۲، صفحہ ۱۵۹)

نصیحت کا راستہ تکلیفوں کا راستہ ہے

طبرانی نے ابوجعفر خطمی سے نقل کیا ہے۔ ان کے دادا عمیر بن حبیب بن حماشہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: تم میں سے کوئی شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنا چاہے تو وہ اپنے آپ کو لوگوں کے آزار پر صبر کرنے کے لئے تیار کرلے۔ وہ اللہ کی طرف سے ملنے والے اجر پر بھروسہ رکھے۔ کیوں کہ جس نے اللہ کے اجر پر بھروسہ کیا، اس کو لوگوں کا آزار کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا (اذا اراد احدکم ان یامر بالمعروف وینھی عن المنکر فلیوطن نفسه علی الصبر علی الاذی ویثق بالثواب من اللہ تعالی۔ فانه من وثق بالثواب من اللہ عزوجل لم یضرہ مس الاذی)

رسول اللہ کی جنگ اشاعت اسلام کے لئے تھی نہ کہ اقتدار کے لئے

خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں میں جو باہمی لڑائیاں ہوئیں، حضرت عبداللہ بن عمر رض ان میں شریک نہیں تھے۔ لوگوں نے

کہا: آپ فتنہ کو ختم کرنے کے لئے جنگ کیوں نہیں کرتے۔ سعید بن جبیر کی روایت کے مطابق عبد اللہ بن عمر رضؓ نے جواب دیا: تم جانتے ہو کہ فتنہ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے لڑتے تھے اور اس کا مقصد ان میں اسلام داخل کرنا تھا۔ تمھاری طرح آپ کی جنگ اقتدار کے لئے نہ تھی (ولیس بقتالکم علی الملک، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۰۸)

اختلاف کی قیمت پر اقتدار حاصل کرنا درست نہیں

خالد بن سُمیر کہتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ سے کہا گیا: بہتر ہو کہ آپ خلافت کا کام سنبھالنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ کیوں کہ آپ کے ساتھ تمام لوگ راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم بتاؤ اگر ایک آدمی مشرق میں مخالفت کر دے۔ لوگوں نے کہا۔ کسی نے مخالفت کی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور امت کی بہتری کے لئے ایک آدمی کا قتل کر دیا جانا کیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا: خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں کہ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک نیزے کا ڈنڈا پکڑے اور میں اس کی نوک پکڑے ہوئے ہوں اور اس نیزے سے مسلمانوں میں سے ایک شخص قتل کر دیا جائے اور اس کے بدلے میں میرے لئے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، وہ سب ہو" حضرت قطن کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ کے پاس آیا اور کہا: تم سے زیادہ برا امت محمدؐ کے لئے اور کوئی نہیں (ما احد شر لامۃ محمد منک) آپ نے کہا کیوں؟ میں نے تو خدا کی قسم نہ ان کا خون بہایا ہے اور نہ ان کی جماعت میں تفریق ڈالی ہے اور نہ ان کے عصا کو توڑا ہے۔" آدمی نے کہا: اگر آپ چاہیں تو امت کے دو آدمی بھی آپ کے بارے میں اختلاف نہ کریں۔ حضرت ابن عمر رضؓ نے فرمایا: مجھے پسند نہیں کہ خلافت مجھے ملے اور ایک آدمی کہے نہیں۔ دوسرا کہے ہاں (ما احب انہا تتنی ورجل یقول لا وآخر یقول بلی، طبقات ابن سعد)

تبدیلی حکومت کے نام پر مسلمانوں کا قتل درست نہیں

حاکم نے ابو عریف کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ معاویہؓ کے مقابلہ میں حسن بن علی رضؓ کی جو فوج تھی، میں اس کے مقدمۃ الجیش میں تھا۔ ہم بارہ ہزار تھے اور ہماری تلواریں اہل شام سے جنگ کے لئے گویا ابھی سے خون ٹپکا رہی تھیں۔ ہمارے سردار ابو عمرطہ تھے۔ جب ہم کو یہ خبر پہنچی کہ حسن بن علی رضؓ اور معاویہ رضؓ کے درمیان صلح ہو گئی تو گویا غصہ اور گرمی کی وجہ سے ہماری کمریں ٹوٹ گئیں۔ حضرت حسن بن علی رضؓ جب کوفہ آئے تو ہم میں سے ایک آدمی نکل کر ان کی طرف گیا۔ اس کا نام ابو عامر سفیان بن لیل تھا۔ اس نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: السلام علیک یا مذل المومنین (السلام علیک اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے) حضرت حسن بن علی رضؓ نے فرمایا: اے ابو عامر! ایسا مت کہو۔ میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا۔ بلکہ مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ میں اقتدار کے لئے لوگوں کو قتل کروں (لم اذل المومنین ولکنی کرھت ان اقتلھم فی طلب الملک، البدایہ والنہایہ، جلد ۸)

اپنی خواہشات سے مقابلہ کرنا زیادہ بڑا جہاد ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ سے لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو۔ لوگوں نے پوچھا بڑا جہاد کیا ہے — فرمایا: بندے کا اپنی خواہش کے خلاف جہاد کرنا (مجاھدۃ العبد لھواہ، جامع العلوم والحکم صفحہ ۱۷۱)

آدمی کے مال میں دوسرے کا بھی حق ہے

طبرانی نے جعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا۔ وہ بڑے پیٹ والا تھا۔ آپ نے اپنی انگلی اس کے پیٹ پر رکھی اور فرمایا:

لو کان ھذا فی غیر ھذا المکان لکان خیرا لک (احمد، طبرانی) — یہ کھانا اگر دوسرے کے پیٹ میں ہوتا تو تیرے لیے زیادہ بہتر تھا۔

باپ کی ذمہ داریاں

ابونعیم نے ابورافع رض (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: کیف بک یا ابارافع اذا افتقرت (اے ابورافع! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم محتاج ہو جاؤ گے) میں نے کہا: کیوں نہ ابھی سے میں اس سے بچنے کی تیاری کروں۔ آپ نے فرمایا ضرور ایسا کرو۔ پھر پوچھا تمہارے پاس کتنا مال ہے۔ میں نے کہا چالیس ہزار۔ اور یہ اللہ عزوجل کے لیے ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ ایک حصہ اللہ کے راستہ میں دو اور ایک حصہ روک کے رکھو۔ اور اس سے اپنی اولاد کی اصلاح کرو۔ میں نے کہا: اے خدا کے رسول کیا ان کا ہمارے اوپر حق ہے جس طرح ہمارا ان کے اوپر حق ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ باپ کا حق اپنے بیٹے پر یہ ہے کہ وہ ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دے۔ تیراندازی اور تیراکی سکھائے:

وان یورثہ طیبا (حلیۃ الاولیاء جلد ۱) — اور ان کو خوشبو (دینی اخلاق) کا وارث بنائے۔

بہت سی شکایتوں کا سبب غلط فہمی ہے

معاویہ رض کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص سہل بن سعد رض کے پاس آیا اور کہا کہ امیر مدینہ (مروان بن حکم) علی رض کو سب وشتم کرتا ہے۔ سہل نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے۔ آنے والے نے کہا وہ ان کو ابوتراب کہتا ہے (یقول لہ ابوتراب) سہل یہ سن کر ہنس پڑے اور بولے: واللہ ماسماہ الا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما کان لہ اسم احب الیہ منہ خدا کی قسم اس نام سے تو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکارا ہے۔ اور آپ کے نزدیک ان کا اس سے پیارا نام کوئی نہ تھا۔ (بخاری کتاب المناقب، باب مناقب علی)

مُردہ کو برا بھلا کہنے سے پرہیز

عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی ام حکیم بنت الحارث بن ہشام فتح مکہ کے دن اسلام لائیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے شوہر عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ انھیں اندیشہ ہے کہ آپ ان کو قتل کرادیں گے۔ میری درخواست ہے کہ آپ انھیں امن دے دیں۔ آپ نے فرمایا ان کو ہماری طرف سے امن ہے۔ ام حکیم اپنے رومی غلام کو لے کر عکرمہ کی تلاش میں نکلیں۔ عکرمہ اس وقت تہامہ کے ساحل پر پہنچ چکے تھے۔ اور کشتی پر سوار ہو کر سمندر پار چلے جانا چاہتے تھے۔ عین اس وقت ام حکیم وہاں پہنچ گئیں اور کہا کہ میں اس ہستی کی جانب سے آرہی ہوں جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ تم اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو" انھوں نے بڑی مشکل سے ان کو واپسی کے لئے تیار کرلیا۔ ام حکیم نے کہا: میں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمھارے لئے امان طلب کرلی ہے۔ عکرمہ نے کہا "تم نے"۔ انھوں نے کہا: ہاں میں نے۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ واپس روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا:

یاتیکم عکرمۃ بن ابی جھل مومنا مھاجرا فلا تسبوا اباہ فان سب المیت یوذی الحی ولا یبلغ المیت

عکرمہ بن ابوجہل مومن اور مہاجر ہو کر آرہے ہیں۔ تم لوگ ان کے باپ کو برا نہ کہنا۔ کیوں کہ مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ مردہ کو نہیں پہنچتی۔

تعلقات میں دوسروں کی عزت کا لحاظ رکھنا

ہجرت کا سفر طے کرکے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو لوگوں نے بستی سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا۔ راستوں میں اور چھتوں پر مردوں اور عورتوں اور بچوں کا ہجوم تھا۔ وہ کہہ رہے تھے اللہ اکبر! جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ اکبر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے) انصار میں آپس میں اس بات پر نزاع ہونے لگی کہ کون آپ کو اپنے یہاں ٹھہرائے۔ مدینہ میں آپ کے ننہالی رشتہ کے لوگ رہتے تھے۔ آپ نے ان کی خاطر کے لئے اولاً انھیں کے یہاں قیام پسند فرمایا۔ آپ نے کہا۔

انزل اللیلۃ علی بنی النجار اخوال عبد المطلب لاکرمھم بذلک (البدایہ والنہایہ، جلد ۳)

اس وقت میں عبد المطلب کے ماموں بنو نجار کے یہاں ٹھہروں گا تاکہ ان کو میرے ٹھہرنے سے عزت حاصل ہو۔

ابو ایوب انصاری (خالد بن زید نجاری خزرجی) جن کے یہاں آپ ابتدائی چند مہینے ٹھہرے، اسی خاندان بنو نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ مسجد نبوی اور اس کے گرد حجروں کی تعمیر کے بعد آپ اس میں منتقل ہو گئے۔

شبہ پر رائے شیطان کی رائے ہوتی ہے

ام المومنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے۔ رات کو میں آپ سے ملنے گئی۔ میں نے آپ سے باتیں کیں پھر واپس آنے کے لئے اٹھی۔ آپ بھی مجھے رخصت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں انصار کے دو آدمی ادھر سے گزرے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا تو چاہا کہ تیز چل کر جلدی سے نکل جائیں۔ آپ نے ان کو آواز دے کر فرمایا: "جلدی نہ کرو۔ یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں"۔ وہ دونوں آدمی بولے "سبحان اللہ! اے خدا کے رسول"۔ آپ نے فرمایا:

ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم۔ وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا او قال شیئا (متفق علیہ)

شیطان آدمی کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ شیطان تمھارے دلوں میں میری طرف سے کوئی برا گمان نہ ڈال دے۔

جس نے دنیا میں اپنے کو چھپایا وہ آخرت میں نمایاں ہوگا

ابن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی ذات کو اس طرح چھپا دو کہ تمھارا تذکرہ نہ کیا جائے اور خاموشی اختیار کرو، تم سلامت رہو گے (وارتفع شخصک لا تذکر واصمت تسلم، کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۵۸)

اسلامی مرکز کی اشاعتی مہم : عصری اسلوب میں اسلامی لٹریچر

دین کیا ہے	از	مولانا وحید الدین خاں	Rs. 1.50
الاسلام	//	//	12.00
تجدید دین	//	//	2.00
ظہور اسلام	//	//	12.00
اسلامی زندگی	//	//	
زلزلۂ قیامت	//	//	3.00
تاریخ کا سبق	//	//	
تعمیر ملت	//	//	
مذہب اور جدید چیلنج	//	//	13.50
اسلامیات	//	//	
عقلیات اسلام	//	//	2.00
اسلام دین فطرت	//	//	
تعلیمات قرآن	//	//	
قرآن کا مطلوب انسان	//	//	

ماہنامہ **الرسالہ** تعمیری اور اصلاحی مضامین کے مستقل مطالعہ کے لئے — زر تعاون سالانہ 24.00

MAKTABA AL-RISALA, JAMIAT BUILDING, QASIMJAN STREET, DELHI 110006